استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بناتِ اہلسنت لاہور

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 3 | فروری 2012ء | شمارہ 2

رات نہایت خوفناک، اندھیرا چھایا ہوا اور جزائر مالدیپ کی ساری کائنات نیند کے سمندر میں غرق تھی۔ سوائے تین روحوں کے جن کی آنکھوں پر نیند کی لذت حرام تھی ..... اس مرتبہ کسی بلا نے سمندر کا رخ نہیں کیا ..... سب سے پہلے بڑھیا اور اس کی بیٹی مسلمان ہوئی اس کے بعد راجہ اور اس کے درباریوں نے اسلام قبول کیا اور پھر تمام جزائر میں لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ کی دھوم مچ گئی .....

ناشر احناف میڈیا سروس AMS

رعایتی پیکیج

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودہا کی جانب سے

سفیر احناف متکلم اسلام مولانا **محمد الیاس گھمن** حفظہ اللہ

رعایتی قیمت **900**

کی درج ذیل علمی تحقیقی کتب منظر عام پر آچکی ہیں

کل قیمت ~~1450~~

نماز اہل السنۃ والجماعۃ: احناف کے طریقہ ادائیگی نماز پر محدثانہ کلام

فرقہ بریلویت (پاک وہند) کا تحقیقی جائزہ: فرقہ بریلویت کے عقائد اور مسائل پر محققانہ نظر

فرقہ اہلحدیث (پاک وہند) کا تحقیقی جائزہ: غیر مقلدین کے عقائد اور مسائل پر محققانہ نظر

صراط مستقیم کورس (بنین، بنات): گرمیوں کی تعطیلات میں اپنے علاقے میں صراط مستقیم کورس منعقد کرائیں سکول، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء اور طالبات کے لیے

قربانی کے فضائل و مسائل

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ: علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کی مصدقہ دستاویز

خطبات گھمن (جلد اول): مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کا نمائندہ خطیب بننے کے شائقین کے لیے انمول تحفہ، خطبات جمعہ، جلسہ ہائے عام اور بزم ادب میں تقریر کی تیار کے لیے علمی نکات کا مجموعہ

فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کی مقبول عام کتاب فضائل اعمال پر چند لامذہب لوگوں کے اعتراضات کا علمی محاسبہ

اصول مناظرہ: اس کتابچے سے مناظرین کو علم مناظرہ کے بنیادی اصولوں سے آگہی ہوگی

شہید کربلا اور ماہ محرم فضائل و مسائل

نوٹ: ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا

اطلاعِ خاص ≫ سالانہ اجتماع 2012

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کا سالانہ اجتماع مورخہ یکم مارچ 2012 کو منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مبلغین، متخصصین جماعت کی عاملہ اور شوریٰ کے اراکین کی شرکت لازمی قرار دی گئی ہے

برائے رابطہ: 0346-7357394

استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ

بنات اہلسنت لاہور

جلد نمبر 3 | فروری 2012ء | شمارہ نمبر 2

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر

عابد جمشید رانا

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، ایم۔فل پنجاب یونیورسٹی لاہور

حافظ محمد کلیم اللہ

فاضل دارالعلوم عبدگاہ کبیر والا، فاضل شعبہ صحافت جامعۃ الرشید کراچی

زیر سرپرستی

حضرت اقدس، عارف باللہ حکیم

شاہ محمد اختر دامت برکاتہم

سرکولیشن مینجر

مولانا بشیر احمد قاسمی

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

منی آڈر بھیجنے کا پتہ

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور ڈویژن سرگودھا

0332-6311808

www.islahunnisa.com

islahunnisa@gmail.com

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر.....سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر.....سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر.....سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون

-/240 روپے

خط وکتابت

دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

فہرست

ربیع الاول جب بھی آتا ہے 5

اداریہ

امیدوں کا چمن 8

مولانا عابد جمشید رانا

کیا یہ وہی دور جاہلیت نہیں؟ 11

سراج احمد انڈیا

مقامِ فقہ کی اساسی ضرورت 15

رپورٹ: مولانا محمد کلیم اللہ

اسلامی تمدن کی فتح 21

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

ننھی خطرناک مخلوق 27

عنیقہ ناز

نماز اہل السنت والجماعت 32

مولانا محمد الیاس گھمن

سچے مسلمان سچے پاکستانی 37

مولانا محمد کلیم اللہ

ظہیر الدین محمد بابر 42

امان اللہ کاظم

مغرب میں خواتین کا استحصال۔ ایک جائزہ 47

عطاء اللہ کوہستانی

ہائے میرے عیناء مرضیہ کے شوق 49

ام عمارہ، سرگودھا

جہیز۔۔۔ فوائد و نقصانات 52

مولانا محمد بلال جھنگوی

ایسا فون مت سنیے گا 56

راحیلہ ہمدانی

درس قرآن

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وجعلوا للہ شرکآء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنٰت بغیر علم سبحٰنہ وتعالی عما یصفونO

ترجمہ: اور لوگوں نے جنات کو اللہ کے ساتھ خدائی میں شریک قرار دے لیا، حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور سمجھ بوجھ کے بغیر اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تراش لیں، حالانکہ اللہ کے بارے میں جو باتیں یہ بناتے ہیں وہ ان سب سے پاک اور بالا و برتر ہے۔

تشریح: جنات سے مراد شیاطین ہیں اور یہ ان لوگوں کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ تمام مفید مخلوقات تو اللہ نے پیدا کی ہیں مگر درندے، سانپ، بچھو اور دوسرے موذی جانور، بلکہ تمام بری چیزیں شیطان نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کا خالق ہے۔ ان لوگوں نے بظاہر ان بری چیزوں کی تخلیق کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کرنے سے پرہیز کیا لیکن اتنا نہ سمجھ سکے کہ شیطان خود اللہ تعالی کی مخلوق ہے اور وہ سب سے بری مخلوق ہے، اگر بری چیزیں شیطان کی پیدا کی ہوئی ہیں تو خود اس بری مخلوق کو کس نے پیدا کیا؟ اس کے علاوہ جو چیزیں ہمیں بری نظر آتی ہیں ان کی تخلیق میں بھی اللہ کی بڑی حکمتیں ہیں اور ان کے تخلیق کو برا فعل نہیں کہا جا سکتا، بقول اقبال مرحوم:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

اللہ تعالی ہم سب کو قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم

درس حدیث

عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یأکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ دائود علیہ السلام کان یأکل من عمل یدیہ۔

(صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی نے کبھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کو محنت سے کما کے کھائے اور اللہ کے پیغمبر دائود علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تحصیل معاش کی دو صورتوں میں بہت اچھی صورت ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا کام کرے جس سے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات پوری ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پیغمبر دائود علیہ السلام کی سنت بھی ہے۔ قرآن میں بھی ہے کہ وہ زرہیں بناتے تھے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسی کو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے دستکاری اور ذاتی محنت کو بہت بلند مقام عطا فرمادیا۔

عن رافع بن خدیج قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الکسب اطیب؟ قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور۔

(رواہ احمد)

حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو۔ اس لیے دستکاری کے کاموں کو حقیر نہ جانا جائے بلکہ سب سے بہتر کمائی ہے اللہ عمل کی توفیق دے۔

ربیع الاول جب بھی آتا ہے

اداریہ

چھ صدیاں گزر چکی تھیں۔۔۔ ابھی تک مسلمان اپنے رسول کی سیرت پر عمل کر رہے تھے زمانہ نبوت، عہد خلفائے راشدین، ائمہ متبوعین مجتہدین کے مبارک ادوار بھی سیرت کے سچے پھولوں سے معاشرے میں خوشبوئیں بانٹ رہے تھے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں نچھاور تھیں، سنجیدگی اور متانت کا دور تھا، فضولیات ولغویات اور لایعنی امور سے اجتناب جیسی نعمت سے اہل اسلام مالامال تھے کہ

اچانک۔۔۔ 604ھ میں موصل نامی شہر میں ایک شخص نے ربیع الاول کا نیا تصور متعارف کرایا، اس دن جشن منانے کا اہتمام کیا، فضول خرچ بادشاہ۔۔۔ جسے تاریخ کے اوراق میں مظفر الدین کوکری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔۔۔ نے رعایا کے خون پسینے کی محنت سے حاصل شدہ رقوم سے اس کا خاطر خواہ انتظام کرتا۔

(تاریخ ابن خلکان)

بلکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ یعنی یہ فضول خرچ بادشاہ ہر سال جشن کا سامان پیدا کرتا اور اس پر تین لاکھ خرچ کرتا تھا۔

(دول الاسلام ج2 ص103)

اس کا چنگل اس قدر مضبوط نہیں تھا کہ لوگ اس پر پھنس جاتے۔۔۔ لیکن خوشامدی ملا دحیہ بن ابو الخطاب نے اس کی یہ پریشانی بھی ختم کر ڈالی اور اس نئے کام کو بھی "اسلامی شریعت" کا درجہ دے ڈالا۔ خوشامدی ملا کا کرتب بادشاہ کے دل کو لبھا؛ گیا اور شاہی خزانے میں سے ایک ہزار پونڈ اسے بطور انعام کے دیے گئے۔ (دول الاسلام ص104)

ممکن ہے یوں کہہ دیا جائے کہ اس میں کیا حرج ہے؟ آخر وہ بھی تو عالم ہو گا آپ کے تصور میں اس کی برگزیدہ صورت بن رہی ہو اس سے پہلے ہمیں علامہ ابن حجر کا فیصلہ جاننا ضروری ہو گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: یہ شخص اولیاء اور سلف صالحین کا گستاخ تھا، گندی زبان کا مالک تھا بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں سست اور بے پرواہ تھا۔

فضول خرچ بادشاہ کو ایسے حواری میسر آنے تھے کہ اس نے اس جشن کو مستقل قانون کی شکل دے دی جب معاملہ بڑھا اور یہ جشن میلاد جس میں قوالیاں، ناچ گانے، من گھڑت قصے، کرشماتی کہانیاں عام ہونے لگیں تو اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام علماء نے اس کی بھرپور تردید کی بلکہ ائمہ متبوعین کے پیروکاروں نے ڈٹ کر اس نوزائیدہ کا گلا دبایا چنانچہ۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین میں سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی ج1 ص312 پر، امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین میں سے نصیر الدین الشافعی رحمہ اللہ نے رشاد الاخیار ص20 پر امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین میں سے علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مدخل ج1 ص 85 اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین میں سے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے مکتوبات حصہ پنجم ص22 میں دوٹوک فیصلہ سنایا کہ یہ شریعت نہیں بلکہ شریعت کے نام پر ایک دھوکہ ہے۔

وقت گزرتا گیا۔۔۔ دھیرے دھیرے دو گروہ بن چکے تھے کچھ تو اپنی کم علمی اور ناقص معلومات کی بناء پر اب اس نئے مفروضے کو دین کا درجہ دے بیٹھے اور کچھ پختہ علم والے اس کو کسی صورت بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ پھر ایک یلغار اٹھی۔۔ وہ کیا ۔۔ ؟ وہ یہ کہ جو شخص ربیع الاول میں مروجہ جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مناتا وہ "سنی" نہیں ہے۔ شور بڑھتا رہا۔۔۔ اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند کی مسند تدریس پر فقیہ وقت شیخ رشید احمد گنگوہی تخت نشین آراء تھے۔ بعض لوگوں نے آپ پر اور آپ کے ہم خیال علماء پر الزام لگایا

کہ "یہ لوگ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے چڑتے ہیں ان کو حضور کا ذکر کرنا اور سننا پسند نہیں، وغیرہ وغیرہ" تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں لکھا:

نفس ذکر ولادت فخر عالم مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گی۔

(فتاوی رشیدیہ ج1 ص110)

آج بھی ہمار نظریہ وہی ہے جو اکابر بتلا گئے تھے، نفس ذکر ولاوت ہمارے ہاں ایک مستحسن امر ہے جو کسی ربیع الاول کا انتظار نہیں کرتا اور کبھی بھی وقت کا محتاج نہیں۔ ہمارے ہاں علمی دلائل کی بنیاد پر اختلاف رائے کرنا مفقود ہو چلا ہے اور نظر و فکر کے پیمانے لبریز ہو چکے ہیں بدعات کو رواج دینے والے "عشاق" کہلاتے ہیں اور سنت کا فیض عام کرنے والے "گستاخ" آپ بتلایئے کہ کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ میں جب بھی غور کرتا ہوں تو سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ کیا اتنی سی بات پر ہم سے عشق رسالت کا تمغہ چھینا جاتا ہے کہ ہم اس کام کو دین نہیں کہتے جسے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین نہیں کہا اتنی سی بات پر گستاخ بن جاتے ہیں کہ ہم نئی رسومات کو عشق نبوت کا معیار قرار نہیں دیتے۔۔۔ کیا کھڑے ہو کر جھنڈے لہرانا، جلسوں میں زرق برق لباس پہننا، گھر کو چراغاں کرنا، عیدیاں بانٹنا، بیجز لگانا، مقامات مقدسہ کی شبیہیں تیار کرنا اور خرافات ورسومات میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا محبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور قال اللہ وقال الرسول کے زمزے لگانا، عقائد اور اعمال کی درستگی کرنا، اپنے نفس کی اصلاح، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری میں منہمک رہنا، رسومات وبدعات سے اجتناب کرنا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا، تلاوت قرآن کریم کرنا، ذکر اذکار کرنا اور تمام اسلامی افعال کو اپنی زندگیوں میں بجا لانا ایسا جرم ہے جس پر نام نہاد دین کے ٹھیکے دار ہم کوستے رہتے ہیں؟ ربیع الاول جب بھی آتا ہے مجھے ایسی باتوں پر سوچنے کے لیے مجبور سا کر دیتا ہے میرے پاس تو اس کا جواب نہیں ہوتا شاید آپ کے پاس ہو۔

امیدوں کا چمن

مولانا عابد جمشید رانا

وہ دن مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب میں ان سے ملنے سرگودھا پہنچا تھا گیارہ سال قبل رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں چک نمبر 87 جنوبی کا پہلا سفر اور وہ مناظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

جن قارئین و قاریات نے مرکز اہل السنت کو دیکھا ہے اس کی تصاویر یا ویڈیوز دیکھی ہیں وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ گیارہ برس قبل یہاں کیا صورت حال تھی؟

ایک مختصر سی مسجد جس کی چھت بارشوں میں ٹپکتی تھی اور اس کی بلندی اتنی تھی کہ ایڑیاں اٹھائے بغیر بھی چھٹ کی کڑیوں کو چھوا جا سکتا تھا اس مسجد سے متصل ایک چھوٹا سا حجرہ اور بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہے نام اللہ کا۔

یہ تو عمارت کی صورتحال تھی اور دیگر حالات بھی ایسے کہ ان کے بیان کو دفتروں کے دفتر چاہییں۔ اگر اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہمارے پیر و مرشد کی سوانح حیات چھپی تو لوگوں کو معلوم ہو گا کہ قافلہ سخت جان کا رہنما راہ عشق ووفا کا یہ راہرو کن کٹھنائیوں سے گذرا ہے۔

سو بار کٹا عقیق تب نگیں ہوا

میں اس وقت مرکز اصلاح النساء کی چھت پہ کھڑا ہوں سامنے سڑک کے اس پار مرکز اہل السنت کی سادہ مگر پر وقار عمارت نظر آ رہی ہے مبالغہ آمیز خیال نہ کیجئے گا اس عمارت کے بام و در سے علم و عمل کا نور پھوٹتا واضح دکھائی دیتا ہے۔ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے چمن زار میں بیٹھے تخصص فی التحقیق والدعوۃ میں شریک علمائے کرام کی نورانی پیشانیاں ان کے قلبی اطمینان کا پتہ دیتی ہیں۔ چار برس قبل جب فارغ التحصیل علماء کرام کے لیے ایک سالہ تخصص کا

آغاز ہوا تب اسے دیوانے کے خواب سے تعبیر کیا گیا کہ کون اس گائوں میں ان کچے کمروں میں پڑھنے آئے گا۔

لیکن حضرت مرشد والا کے خلوص سچی لگن اور مسلک حقہ پر کامل یقین نے اس صحرا میں علم و عمل کے ایسے پھول کھلائے کہ آنکھوں دیکھ کر بھی یقین نہی آتا۔ بحمد اللہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سے فارغ التحصیل علمائے کرام ملک اور بیرون ملک گوناگوں علمی، تصنیفی تحقیقی اور دعوتی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

اہل نظر کی ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ اسی ترتیب اور منہج پر خواتین کے لیے بھی تخصص کا آغاز کیا جائے مزید برآں جو بہنیں گھریلو مسائل یا دیگر عوامل کی بنا پر مدارس میں طویل دورانیہ تک زیر تعلیم نہیں رہ سکتیں ان کے لیے مختصر دورانیہ کے ایک ایسے نصاب کی تشکیل کی جائے جس میں عقائد، مسائل اور تجوید کے ساتھ ساتھ عملی اصلاح، روحانی بالیدگی اور سیرت و کردار سازی پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اللہ تعالی کے خصوصی فضل و کرم سے یہ سے یہ سعادت بھی ہمارے پیر و مرشد کے نصیب میں لکھی تھی۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی مبارک سرپرستی میں خواتین اسلام کے لیے "مرکز اصلاح النساء" کا قیام عمل میں لایا جاچکا ہے مرکز اصلاح النساء کا تعمیراتی کام بحمد اللہ تعالی تکمیل کے مراحل میں ہے ان شاء اللہ العزیز مارچ کے مہینے سے باقاعدہ طور پر اسباق کا آغاز کر دیا جائے گا۔

فی الحال جو شعبہ جات فعال کیے جارہے ہیں ان میں تحفیظ القرآن اور دوسالہ نصاب قابل ذکر ہے اس کے ساتھ ساتھ بہنوں کو ہنر مند بنانے اور گھر گرہستی میں طاق کرنے کے لیے سلائی سنٹر اور دیگر عملی کورسز کا آغاز بھی کیا جارہا ہے۔ ان تمام شعبہ جات کی ترتیب، نصاب اور دیگر مراحل پر پیپر ورک بھی بحمد اللہ قریبا مکمل ہو اچاہتا ہے۔ حضرت والا تعمیر سے لے کر نصاب کی تشکیل تک تمام مراحل کی خصوصی نگرانی فرمارہے ہیں۔

مرکز اصلاح النساء کا یہ علمی و تربیتی فیضان پورے ملک میں پھیلانے کے لیے بہت جلد دوسرے علاقوں میں بھی اسی طرز پر مراکز قائم کیے جائیں گے۔

گزشتہ رات میں نے حضرت پیر و مرشد سے تعمیراتی کام کی تفصیلات معلوم کی تو حضرت نے بتایا کہ ان شاء اللہ فروری کے آخر تک یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ یہ بھی معلوم پڑا کہ مرکز اس وقت سات لاکھ سے زیادہ کا مقروض ہے اسی بناء پر بعض معاملات میں تاخیر ہو رہی ہے جو اہل دل اس مبارک سلسلہ میں تعاون کرنا چاہیں وہ درج ذیل بینک اکاؤنٹ میں اپنی رقوم جمع کرائیں۔

بنام محمد الیاس گھمن 14010360000090 میزان بنک کالج روڈ سرگودھا

اپنے والدین اور اعزہ و قارب کے ایصال ثواب کے لیے یقیناً یہ بہت عظیم صدقہ جاریہ ہے اور اس میں حسب استطاعت ضرور حصہ لینا چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ مرکز اصلاح النساء کو ہر طرح کے شر و رو فتن آفات اور مصائب سے امان میں رکھے اور اس میں دامے، درمے، سخنے تعاون کرنے والوں کی جان و مال میں برکتیں عطا فرمائیں۔ اے رب کریم ہمارے سروں کے تاج ہمارے دلوں کی دھڑکن متکلم اسلام محمد الیاس گھمن کو اپنی خاص حفاظت میں رکھیے گا۔ آپ کی ذات گرامی سے جو علمی، نظریاتی اور عملی فیض کے سرچشمے پھوٹ رہے ہیں ان کا فیض تاقیامت جاری و ساری فرمائیے گا۔ اے رئوف رحیم پروردگار تجھے تیرے محبوب کا واسطہ ہماری تمام دعائوں کو قبول فرما اور ہمیں اس قافلہ حق میں ہمیشہ ہمیشہ شامل رکھنا یہ قافلہ عشق وفا جو اسلام کی اصلی اور سچی تشریحات و تعبیرات کا حامل بھی ہے اور امین بھی۔۔۔ اور اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کا محافظ بھی۔

الٰہی ہمارے پیر و مرشد کی امیدوں کا یہ چمن ہمیشہ سرسبز رہے اور اس کو چھو کر آنے والے علم و ایقان کے جھونکے اہل السنت کے مشام جان کو ہمیشہ معطر کرتے رہیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم

کیا یہ وہی دور جاہلیت نہیں ؟

سراج احمد انڈیا

گذشتہ روز انسانیت کو شرمسار کردینے والی خبرنے ماضی کے واقعات کو پھر تازہ کردیا ہے۔وسطی ہندوستان میں واقع چھتیس گڑھ کے بیجا پورمیں کمسن بچی کے بلی چڑھائے جانے کے واقعے نے مالدیپ جزائر میں لڑکیوں کے بلی چڑھائے جانے کے سانحے کو دوہراتے ہوئے اچھی کھیتی کیلئے 7سال لڑکی کوقربان کرکے اس کا جگر نکال لیا گیا۔اچھی کھیتی کویقینی بنانے کے لالچ میں ایک سات سالہ لڑکی کومبینہ طورپر قتل کرنے اور اس کی بلی چڑھانے کیلئے اس کا جگر کاٹنے کے الزام میں دوافراد کوگرفتار کیا گیا۔سینئر پولیس افسر کے مطابق للیتا تاتی اکتوبر سے لا پتہ تھی اوراس کے باقیات ایک ہفتے بعد ملے جس پر پولیس نے دو اشخاص کوگرفتار کیا۔یہ دونوں ہی غریب کسان ہیں۔اپنی گرفتاری کے بعد انہوں نے پولیس کوبتایا کہ اچھی کھیتی حاصل کرنے کیلئے اپنی دیوی کو خوش کرنے کی غرض سے انہوں نے لڑکی کومار ڈالا۔اس لڑکی کا جس وقت اغوا کیا گیا تھاتووہ پڑوس کے گھر میں ٹی وی دیکھنے کے بعد گھر لوٹ رہی تھی۔دونوں افراد نے ذبح کرنے کے بعد اس کا جگر لگانے کا بھی اعتراف کیا تا کہ اس عضو کو دیوی پر چڑھایا جاسکے۔پولیس اہلکار نے یہ بھی بتایا کہ اقبالیہ بیانوں کے علاوہ پولیس نے کئی ثبوت حاصل کئے ہیں۔اگروہ قصوروار پائے گئے توانہیں عمر قید یا موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مشہور سیاح علامہ ابن بطوطہ رحمۃاللہ علیہ نے جزائر مالدیپ میں اسی انداز میں انسانی بلی چڑھائے جانے کے واقعے کو نقل کیا ہے۔اس وقت ہندوحکمراں راجہ دھرم سانت نے بھی اسلام قبول کیا۔مشہور مسلمان مورخ ابن بطوطہ بھی مالدیپ

آئے اور یہاں بطور قاضی کام کرتے رہے۔اس سیاح اور مورخ کا مکمل نام ابوعبداللہ محمدا بن بطوطہ ہے جو مراکش کے شہر طنجہ میں پیدا ہوئے۔ادب، تاریخ، اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعدانھوں نے محض اکیس سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔اس کے بعد شوق سیاحت نے انھیں افریقہ کے علاوہ روس سے ترکی پہنچا دیا۔انہوں نے جزائر شرق الہند اور چین کی بھی سیاحت کی۔عرب، ایران ، شام ، فلسطین ، افغانستان اور ہندوستان کی سیر کی۔چار بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔سلطان نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور قاضی کے عہدے پر سرفراز کیا۔ یہیں سے ایک سفارتی مشن پر چین جانے کا حکم ملا۔28 سال کی مدت میں انھوں نے 75ہزار میل کاسفر کیا۔آخر میں فارس کے بادشاہ ابوحنان کی دربار میں آئے اور ان کے کہنے پر اپنے سفر نامے کو کتابی شکل دی۔اس کتاب کا نام عجائب الاسفارنی غرائب الدیار ہے۔یہ کتاب مختلف ممالک کے تاریخی و جغرافیائی حالات کا مجموعہ ہے۔ابن بطوطہ کا سفرنامہ مالدیپ کے قدیم احوال کے بارے میں اولین تاریخی دستاویزشمار ہوتی ہے۔

اپنے سفرنامہ میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ جب وہ جزائر مالدیپ میں سیاحت کرتے ہوئے پہنچے تو دیکھا کہ تمام ملک اذان کی صداؤں سے گونج رہاہے اور ساری زمین سجدہ ہائے نماز کی کثرت سے ٹپی پڑی ہے۔انہیں اس سے بہت تعجب ہوا کیوں کہ ان کے علم کے مطابق کوئی مسلمان اس میں فاتحانہ یا تاجرانہ حیثیت سے کبھی نہیں پہنچاتھا۔انہوں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دور دراز سرزمین اسلام کے نور سے کیسے روشن ہوئی؟ وہاں کے اہل علم نے بتایاکہ عربوں کا کوئی تجارتی جہاز مشرقی اقصیٰ کی طرف جارہا تھا۔یہ مشرقی جزائر کے قریب تھا کہ سمندر میں سخت طوفان آیا اور جہاز تباہ وبرباد ہوگیا۔اس کے مسافروں میں سے ایک مسلم تاجر کسی

تختہ پر بیٹھ کر بچ گیا۔اللہ کے فضل سے ہمارے جزیرہ کے ساحل پر آلگا۔ یہ ایک مراکشی عرب تھا۔ چونکہ جزیرہ میں اس کا کوئی یارومددگار نہ تھا۔ اس لئے اس نے ایک بڑھیاکے گھر پناہ لی۔ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتاتھا اور انہیں فروخت کرتاتھا۔ایک عرصہ تک اسی پر گزراوقات کرتا رہا۔ ایک دن جب یہ عرب گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ بڑھیا روپیٹ رہی ہے اور پاس ہی اس کی نوجوان لڑکی سر پیٹ رہی ہے۔عرب نے پوچھا۔'یہ مصیبت کیسی ہے؟'

بڑھیا نے جواب دیاکہ آج یہ میری اکلوتی بچی مرجائے گی۔عرب نے پوچھا کہ کیسے مرجائے گی؟ یہ تو تندرست ہے اور عالم الغیب تو خدائے تعالیٰ ہی ہے۔بڑھیا نے انگلی کے اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے دیکھو موت کھڑی ہے۔عرب نے حیرت زدہ ہوکر دیکھا تو فوجی سوار سامنے کھڑے تھے۔اس نے حوصلہ مندی سے دریافت کیا کہ کیا یہ تمہاری لڑکی کو قتل کردیں گے؟'بڑی بی نے کہا کہ یہ بات نہیں'دراصل یہ سپاہی میری لڑکی کو لینے آئے ہیں کیونکہ ہمارے اس جزیرہ میں ہرمہینہ کی ایک مقررہ تاریخ کو ایک سمندری بلا نمودار ہوتی ہے جس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس جزیرہ والوں کی طرف سے ایک کنواری لڑکی اسی تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد ایک مندر میں جو سمندر کے کنارے ہے پہنچادیتے ہیں۔دوسری صبح کو جب حکومت کے آدمی ساحل سمندر پر جاتے ہیں تو وہ لڑکی مردہ ملتی ہے'اور اس کا کنوارہ پن زائل شدہ۔ ہرسال قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جاتاہے کہ کون لڑکی بھیجی جائے؟ یہاں تک بیان کرکے بڑھیا زیادہ روئی اور کہنے لگی کہ اس مرتبہ قرعہ میری لڑکی کے نام نکلاہے جو میری اکلوتی بیٹی ہے اس وجہ سے ہم رورہے ہیں۔

جب عرب نے یہ دردناک کہانی سنی تو کہاکہ تسلی رکھو میں اس سمندر میں بلا یعنی خبیث جنات کا علاج میں جانتاہوں۔ آج رات میں خود اس سمندر میں جاؤں

گاتاکہ تمہاری اکلوتی لڑکی کی بجائے اپنی جان قربان کردوں۔ تم مجھے اپنی لڑکی کے زنانہ کپڑے پہنادو تاکہ کوئی شخص مجھے پہچان نہ سکے۔مراکشی عرب ان لوگوں میں سے تھا جن کے داڑھی مونچھ صفر کے برابر یابالکل نہیں ہوتی۔بڑھیا نے عرب کی یہ تجویز منظور کرلی اور اسے زنانہ کپڑے پہنادئے۔جب سپاہی آئے تو بڑھیا نے اس کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔جو اس کو مندر میں بٹھاکر چلے آئے۔

یہ عرب قرآن پاک کے حافظ تھے۔ان کا نام ابو البرکات تھا۔جب حکومت کے سپاہی دور چلے گئے تو انہوں نے نہایت اطمینان سے وضو کیا عشاء کی نماز پڑھی پھر اپنے سامنے ننگی تلوار ڈال کر سمندر کی موجوں کو دیکھنے لگے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کردی۔

شریف اور بہادر مراکشی عرب نے دل کش آواز کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت شروع کردی اور اسی عالم میں رات کے بارہ بج گئے۔ناگہاں افق سمندر سے ایک جہاز جیسی عجیب خوفناک شکل نمودار ہوئی جس میں بے شمار خانے بنے ہوئے تھے۔یہ شے آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آئی اور مندر کے پاس آکر رک گئی۔ مراکشی غازی اپنی تلاوت میں مصروف رہا۔نتیجہ یہ ہواکہ یہ خوفناک بلا آگے نہ بڑھ سکی اور تھوڑی دیر ٹھہر کر آہستہ آہستہ واپس چلی گئی۔یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہوگئی۔

صبح کے وقت جب حکومت کے سپاہی۔لڑکی کی نعش لینے آئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں کوئی نعش موجود نہ تھی۔لڑکی غائب اور اس کی بجائے ایک بہادر جواں مرد مسلمان موجود تھا سپاہی اس غازی اسلام کے پاس آئے اور اس کو راجہ کے پاس لے گئے۔راجہ نے ساری داستان سنی اطمینان کیلئے جرح کی۔پھر بڑھیا اور اس کی بیٹی کو بلایاجنہوں نے تمام واقعات کی تصدیق کردی شریف عرب نے راجہ

کو بتایاکہ میرا یہ فعل شریعت اسلام کے مطابق اوربوڑھی خاتون کے احسان کا معمولی سا بدلہ ہے۔

راجہ' معمولی' لفظ سے بے حد متاثر ہوا۔ پھرراجہ نے پوچھا تم اتنی بڑی بلاکے سامنے تن تنہا جا کھڑے ہوئے۔مراکشی عرب نے کہاکہ" میں اکیلا نہیں تھابلکہ میرا خدا میرے ساتھ تھا " راجہ نے پوچھا کہ لیکن تم ڈرے کیوں نہیں؟ مجاہد عرب نے جواب دیا کہ "مسلمان خداکے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔"راجہ نے جوش سے کہا کہ اگر اس مرتبہ بھی تم اکیلے گئے اور سلامت واپس آگئے تو ہم سب اسلام کی صداقت کے سامنے سرتسلیم خم کر دیں گے، تمام اہل دربارنے اس کی تائید کی۔

اس کے بعد جب دوسری تاریخ آئی تو بہادر عرب پھر مندر میں چلاگیا اور صحیح وسلامت واپس آگیا۔اس مرتبہ کسی بلانے سمندر کا رخ نہیں کیا۔جب راجہ اور اس کی رعیت کو معلوم ہواکہ اس مسلمان کے فیض قدم سے اہل جزیرہ کو خوفناک سمندر ی بلا اور شیاطین سے ہمیشہ کیلئے نجات مل گئی ہے تو تمام ملک میں اسلام کی صداقت کا غلغلہ بلند ہوگیا۔سب سے پہلے بڑھیا اور اس کی بیٹی مسلمان ہوئی اس کے بعد راجہ اور اس کے درباریوں نے اسلام قبول کیا اور پھر تمام جزائر میں لاالہ الااللہ، محمدرسول اللہ کی دھوم مچ گئی۔اس طرح مالدیپ میں اسلام پہلی صدی ہجری میں عرب تاجروں کی وساطت سے آیا۔مالدیپ کے لوگ اسے اب تک 'روحانی انقلاب' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مقامِ فقہ کی اساسی ضرورت

رپورٹ: مولانا محمد کلیم اللہ

مندرجہ بالا عنوان کی جامعیت اور حساسیت خود الفاظ سے مفہوم ہو رہی ہے۔ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام مورخہ 8 جنوری 2012 بروز اتوار فورسیزن میرج ہال میں اسی عنوان کے تحت عظیم الشان سیمینار منعقد کیا گیا اس سیمینار کا ایجنڈا "اسلامی نظام حیات میں مقام فقہ کی اساسی ضرورت" پر مشتمل تھا. جدید تعلیم یافتہ طبقے میں فقہی شعور اور فکری بیداری کے لیے ملک بھر سے چیدہ چیدہ علماء اور دانشوروں نے سیمینار میں شرکت کی۔

بطور خاص چند قابل ذکر نام یہ ہیں۔

علامہ خالد محمود P.H.D (لندن) ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن سربراہ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان، مولانا عبد الشکور حقانی امیر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور ڈویژن، فاضل نوجوان مولانا محمد رضوان عزیز انچارج شعبہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، مولانا عابد جمشید راناڈائریکٹر احناف میڈیا سروس، مولانا مجیب الرحمن انقلابی کالم نگار روزنامہ نوائے وقت، مفتی رئیس احمد شرعیہ ایڈوائزر حلال کونسل، ڈاکٹر محمد رفیق جامی فزیو تھراپسٹ، سید سلمان گیلانی وغیرہ۔

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ نے اپنے ڈسپلن اور معیار کو برقرار رکھتے ہوئے عین وقت مقررہ پر سیمینار کی کارروائی تلاوت کلام مجید سے شروع کی۔ مقررین میں سے علامہ خالد محمود نے اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کی کاوشوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ

اس وقت امت مسلمہ جن پر اختلافات میں گھری ہوئی ہے اس سے نجات کا آسان راستہ فقہ پر اعتماد کرنا ہے اختلاف کو محض قرآن سے (حدیث کو چھوڑ کر) ختم کرنا دشوار ہے کیونکہ جب تک الفاظ قرآنی کی تشریح نبوت سے نہ لی جائی قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا اور محض

حدیث سے (فہم فقہاء کو چھوڑ) کر بھی اختلاف کو ختم تو کیا کم بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ الفاظ نبوت اصول و قوانین کا منبع ہے ان سے جزئیات کا حل نکالنا ہر ایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ بیدار مغز اور ذخیرہ حدیث پر دسترس رکھنے والے فقہاء ملت کا کام ہے۔

انہوں نے کہا کہ حکومت وقت اگر یہ چاہتی ہے کہ ملک سے مذہبی اختلافات کم ہوں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ اپنے موقف پر دلائل و براہین سے بحمد اللہ لیس ہیں، ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔ ہر شخص جب اپنی عقل کو حاکم بناتا ہے تو اختلافات یہاں سے شروع ہوتے اور ان کا پھر کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اس لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے، جو اختلافات کو کم کرنے کے لیے تمام مکاتب فکر کے سنجیدہ علماء کو طلب کرے، وہ اپنا موقف پیش کریں، ان شاء اللہ ہم حکومت وقت کو اختلافات کم کرنے کی منصوبہ بندی کا قائل ضرور کرلیں گے، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ملک میں مذہب کے نام پر فسادات ہوں، حکومت ہماری اس پیش کش کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے جلد ہی اس کا لائحہ عمل طے کرے۔

معروف دینی اسکالر متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں سیمینار کے شرکاء سامعین سے اور میڈیا کے توسط سے تمام مسلمانان عالم کے سامنے اپنی چند معروضات پیش کرتا ہوں۔

ہماری پہلے روز سے یہی صدا رہی ہے کہ اسلاف اور فقہاء امت پر اعتماد کیا جائے ورنہ دین پر عمل کرنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہوگا، ادیان عالم میں سے اسلام چار اساسوں پر مشتمل دنیا کا سب سے بلند و بالا دین ہے۔

یہ دین زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر انسان کی مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ اسلام پر غیر مسلم اقوام خصوصا یہودیت کی طرف سے سب سے اہم اور وزنی اعتراض یہ ہے کہ محدود آیات قرآنیہ اور محدود احادیث نبوی سے آج کے لامحدود مسائل کا حل نہیں نکلتا، جدید پیش

آمدہ مسائل میں قرآن وحدیث کی جانب سے جواز یا ممانعت پر نصوص ثابت نہیں ہیں اس لیے اسلام کو مکمل دین نہیں کہا جاسکتا۔

مولانا نے یہودیت کے اس غلط پروپیگنڈے کی پرزور مذمت اور تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہودیت اور یہودیت زدہ دماغوں نے اسلام کی تعریف کرنے میں غلطی کھائی ہے دین اسلام کے بنیادی طور پر چار اصول ہیں:

قرآن، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، اجماعِ امت اور قیاس مجتہد۔ ان اصولوں کو چار سے کم کرکے دو پر منحصر کرنے کا اصرار کرنا محض سینہ زوری ہے۔

اور یہ چاروں اصول بغیر کسی سقم کے روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ فقہ؛ چاروں اصولوں کے مجموعے کا نام ہے اس اعتبار سے فقہ کی اساسی ضرورت کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے۔ چند لوگ یہودیت کی خود ساختہ اسلام کی تعریف سے متاثر ہو کر یہی نعرہ لگاتے ہیں اگر اس کو بالغ نظری اور سنجیدگی ومتانت سے دیکھا جائے تو بذات خود یہودیوں کی نامکمل اسلام کی تعریف مان کر انہیں اعتراضات پیش خیمہ مہیا کرنے کے مترادف ہیں ہمارے بعض دوست دانستہ یا نادانستہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اللہ ہدایت عطا فرمائے۔

انہوں نے کہا کہ روزمرہ کے نت نئے جدید مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں واضح طور پر قرآن وحدیث میں نہ تو کرنے کا حکم ہے اور نہ ہی چھوڑنے کا۔ اس لیے تمام مسائل کا حل متذکرہ بالا چار اصولوں کو قرار دیا گیا ہے اور روز اول سے ساری دنیا کے مسلمان ان کے قائل رہے ہیں اب بھی ہیں۔ انہوں نے اس بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کی اس مکمل تعریف کو سمجھیں اور اپنے مذہبی، سماجی، سیاسی اور قانونی اختلافات کو ختم کریں۔

اس سلسلے میں ہم نے ماہنامہ فقیہ کے نام سے ایک شمارے کا اجراء کر دیا ہے جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کو شرعی نقطہ نگاہ پر پرکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہماری جماعت اتحاد

اہل السنۃ والجماعۃ اس عنوان پر متعدد کتب اور مفید لٹریچر بھی مارکیٹ میں لا چکی ہے اور مسلسل لا رہی ہے۔

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے شعبہ فی التحقیق والدعوۃ کے انچارج فاضل اجل مولانا محمد رضوان عزیز نے اپنی مختصر گفتگو میں کہا کہ ہم مکمل دین کے پاسبان اور محافظ ہیں اس لیے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو عوام کے سامنے لائیں جو امت کو افتراق و تفریق کی بھینٹ چڑھانے میں سرگرم عمل ہیں۔

ہم اس خلیج کو پاٹنا چاہتے ہیں کہ ہر شخص امت کے اجتماعی دھارے سے منحرف ہو کر الگ الگ موقف اختیار کرے اس کے لیے ہم علمی بنیادوں پر دلائل کے ساتھ اپنا زاویہ نظر واضح کرتے ہیں اور غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے ہماری پالیسی افہام و تفہیم کی ہے۔ مذہب اسلام کے خلاف اس وقت جو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر یورش برپا ہے اس کی روک تھام کے لیے ہمارا مضبوط نیٹ ورک احناف میڈیا سروس عرصہ دو سال سے فعال ہے تائید ایزدی شامل حال رہی تو ان شاء اللہ ہم مذہب اسلام کی، اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات کی، اعمال و تعبیرات کی ہر طرف سے حفاظت کرتے رہیں گے۔

وکلاء کی نمائندگی کرتے ہوئے رائے بشیر احمد ایڈووکیٹ آف سپریم کورٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

جورس پروڈینس Jurisprudence جسے دوسرے لفظوں میں تھیوری آف دی لاء Theory of Law بھی کہہ سکتے ہیں تمام قوانین کی جان ہوتی ہے اس میں قوانین پر بحث مباحثہ کر کے ایسے ضابطے اور اصول تشکیل دیے جاتے ہیں جن سے تمام تر پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں راہنمائی میسر ہوتی ہے بعینہ اسلامک جورس پروڈینس Jurisprudence میں بھی بحث اور علمی مجالس کے انعقاد کے ذریعے قوانین فقہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس طرح عام آدمی Jurisprudence اور Theory of Law کو نہیں سمجھ

سکتا بلکہ یہ ماہرین قانون کا ہی کام ہے اسی طرح ایک عام آدمی اس بات کی بھی ہر گز صلاحیت نہیں رکھتا کہ شریعت اسلامی کے تمام ماخذ پر دسترس قائم کر کے اپنے مسائل کا حل تلاش کرے بلکہ اس کے لیے اسے ان ماہرین کے پاس جانا پڑے گا جنہوں نے ان چیزوں کے سیکھنے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور ان ماہرین کے سرخیل جناب امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم شریعت اسلامی نافذ کرنے میں سنجیدہ ہیں تو ہمیں Islamic Jurisprudence کا ہی سہارا لینا پڑے گا۔ Jurisprudence یعنی فقہ ہی ہمارے اسلامی عدالتی نظام کی بنیاد ہے اور اس کے ذریعے ہی معاشرے میں عدل وانصاف کا نفاذ ممکن ہے۔ انہوں نے مولانا محمد الیاس گھمن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ہمیشہ مولانا کے علم و فضل سے استفادہ کیا ہے اور آج بھی اس مقصد کے لیے یہاں آیا ہوں۔

سیمینار کے مختصر دورانیے میں مفید اور جامع معلومات سے اہلیان لاہور اپنی جھولیاں بھر کر نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد واپس ہو گئے اللہ اس سیمینار کو مفید اور ہدایت عامہ کا ذریعہ بنائے۔

نوٹ:

قارئین ادارہ احناف میڈیا سروس اس طرح کے تمام پروگرامز کو براہ راست نشر کرنے اور ان کی عمدہ ریکارڈنگ کا کام نہایت سلیقہ مندی سے کرتا ہے اگر آپ کے علاقے میں اس سطح کا کوئی سیمینار یا کانفرنس منعقد ہو رہی ہو تو ہماری خدمات ضرور حاصل کریں۔

03344004420

اسلامی تمدن کی فتح

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

اسلام کو بالکل ابتداء ہی میں ایک ایسے انوکھے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا جس سے ادیان ومذاہب کی تاریخ میں کسی مذہب کو واسطہ نہیں پڑا۔

جزیرۃ العرب میں اسلام کے بعد جو دینی، اخلاقی، معاشرتی اور عقائد کی تعلیمات لے کر آیا تھا، یہ چیلنج اس طرح سامنے آیا کہ اسلام کو دو ایسے ترقی یافتہ تمدنوں سے واسطہ پڑا، جس سے بڑھ کر کسی دوسرے تمدن کا تجربہ انسانی اور تہذیبی تاریخ میں نہیں کیا گیا تھا یہ دو تمدن رومی اور ایرانی تمدن تھے یہ تمدن تہذیب، آرٹ، آزادی، نکتہ رسی، تخیل کی بلندی، انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو منظم کرنے، راحت وآسائش کے سامان کی فراہمی اور فراوانی میں کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ گئے تھے، یہ تمدن اپنی تراش خراش میں بڑی رعنائی رکھتے تھے اور بہت حساس تھے۔

رومی وایرانی تمدن اور اس کے اثرات:

رومیوں اور ایرانیوں کو کتابوں سے پٹے ہوئے کتب خانوں، عظیم الشان آلات ووسائل، راحت اور زندگی گزارنے کے مختلف طرز وانداز، خانہ آبادی کے طور وطریق پر ناز تھا اور اس ساری چیزوں سے ان کا تمدن مالا مال تھا۔

ان کے برخلاف عرب اپنے ابتدائی دور میں یا دوسرے الفاظ میں تہذیبی طفولیت کے دور میں تھے درحقیقت یہ تجربہ جس سے اسلام کو گزرنا پڑا، بڑا نازک تجربہ تھا، اسلام یقینا آسمانی تعلیمات، عقائد اور اخلاق عالیہ اور آدابِ حسنہ سے آراستہ تھا، لیکن تہذیب اور معاشرہ کی قیادت کی باگ ڈور رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے اس کا امکان تھا اور سارے قرائن بھی بتا رہے تھے کہ یہ عرب اور مسلمان جنہوں نے ایک تنگ وتاریک ماحول میں

آنکھیں کھولی ہیں اور جن کے پاس بہت محدود وسائل ہیں جن کی زمین دولت کے سرچشموں سے خالی ہے اور جو تمدن کے وسائل وذرائع سے بالکل محروم ہیں۔

جن کی زندگی خیموں اور معمولی مکانات میں گزرتی ہے۔ اونٹوں اور گھوڑوں پر جن کے مواصلات کا دارومدار ہے جن کی زندگی خانہ بدوش زندگی ہے۔ امکان اسی کا تھا کہ یہ امت اسلامیہ روم وفارس کے تجربات کے سامنے جھک جائے گی اور اس بات کے قوی قرائن موجود تھے کہ جو امت ابھی اپنا دور طفولیت گزار رہی ہے وہ رومی اور ایرانی تہذیب کو اپنی تمام خرابیوں کے ساتھ قبول کرلے گی کیونکہ جب کسی بھی چیز کو مکمل طریقہ پر اختیار کیا جاتا ہے تو اس کی خصوصیات ولوازمات سے دست بردار نہیں ہوا جاسکتا۔ عقل یہی کہتی تھی اور توقع اسی بات کی تھی اس سے پہلے مسیحیت کا تجربہ بھی ہو چکا تھا۔

رومی تمدن کے آگے مسیحیت کی سپر اندازی:

مسیحیت ایک عدل و انصاف پر مبنی اور فطری مذہب تھا جس کو حضرت عیسی علیہ السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے لیکن یہی مذہب جب یورپ میں داخل ہوا تو محفوظ نہ رہ سکا اور اس کا ڈھانچہ بدل گیا کیونکہ اس کے پاس تہذیب نہ تھی اس کے پاس ایسی جچی تلی اور مفصل تعلیمات نہیں تھیں جو زندگی میں رہنمائی کر سکیں۔ اساتذہ و معلمین کو صحیح راہ دکھا سکیں، مفکرین اور حکام کی مدد کر سکیں، یہ مذہب یہودیوں کی قانونی تعلیمات پر مبنی ایک شریعت کا نام تھا، انصاف، انسانی مساوات، انسانیت، کمزوروں اور ملوموں پر رحم شفقت اس کا شیوہ تھا، یہودیوں کی سنگدلی اور ظلم زیادتی پر وہ سخت تنقید کرتا تھا اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اس مذہب اور اس کے پیرئوں نے کبھی بھی یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ وہ کسی خاص تمدن کے حامل ہیں کسی خاص تہذیب کے داعی اور علمبردار ہیں۔ مسیحیت جب یورپ میں داخل ہوئی جہاں پہلے یونانی پھر رومی تہذیب ترقی کے بام عروج تک پہنچ چکی تھی، جہاں عقل

انسانی نے فلسفہ ادب اور علوم ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، مسیحت جیسا سادہ مذہب وہاں داخل ہوتو اس کو بالکل ایک نئی صورت کا سامنا کرنا پڑا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت نے یورپی تمدن سے جس کی قیامت رومیوں کے ساتھ تھی، صلح کر لی، یا دوسرے الفاظ میں اس کے سامنے سپر ڈال دی، اس رومی تمدن کی اساس گزشتہ یونانی تہذیب پر تھی، مسیحیت نے جب اس تمدن سے رگڑ کھائی تو اس کے سامنے جھک گئی اور اس کے سانچہ میں ڈھل گئی اور مکمل طور پر شکست کھا گئی اس کے اندر مقابلہ کرنے اور سنبھلنے کی قوت نہ تھی وہ خود اعتمادی زندگی اور طاقت ونشاط سے بھرپور چیلنج کے سامنے ٹھہر نہ سکی نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحیت ، محدود تعلیمات ؛محدود قوانین ،انسانی مساوات ،رافت ورحمت ،عدل وانصاف توحید باری تعالی اور وہ بھی ایک مختصر اور محدود زمانہ تک سے آگے نہ بڑھ سکی۔ معاشرتی نظام، عائلی زندگی، ادب وفن اور بہت سی اخلاقی اور انسانی قدروں میں وہ ترقی یافتہ رومی تمدن کے سراسر زیر اثر ہو گئی۔

یہ واقعہ اس لیے پیش آیا کہ مسیحی مذہب اس قوت سے محروم تھا جس کے ذریعہ وہ چیلنج کا مقابلہ کرتا، رومی کی چمک دمک سے خیرہ نہ ہوتا۔

تاتاری اور اسلامی تمدن:

دوسرا تجربہ انسانی تاریخ میں تاتاریوں کا تجربہ ہے، آپ الحمدللہ تعلیم یافتہ اور گریجویٹ خواتین ہیں، آپ جانتی ہیں کہ درندہ صفت منگولین یعنی تاریوں نے خود عالم اسلام پر ٹڈی دل کی طرح حملہ کیا وہ اس سیل رواں کی طرح ٹوٹ پڑے جس کا روکنا اور مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، انہوں نے جب عالم اسلام کو اپنا نشانہ بنایا تو وہ طاقت سے بھرپور تھے، ان کے پاس ہزاروں سال کی محفوظ طاقت تھی، جس کا انہوں نے استعمال نہیں کیا تھا ان کی طاقت سے ٹکر لینا آسان نہ تھا انہوں نے عالم اسلام پر حملہ کر کے خون کی ندیاں بہادیں اور عالم اسلام کی شان

وشوکت کا چراغ گل کر دیا اسلام اور مسلمانوں کی بے حرمتی کی، مسلمان اس طاقتور اور بلا خیز سیلاب کے سامنے پیچھے ہٹے رہے ان کی حکومتیں ایک ایک کر کے شکست کھاتی رہیں اور مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ان کے اندر تاتاریوں کے مقابلہ کے طاقت نہیں نیز تاتاریوں کو کوئی طاقت پھیر نہیں سکتی کسی میں دم نہیں کہ ان کو زیر کر دے۔

یہاں تک یہ بات ضرب المثل سی بن گئی اگر یہ کہا جائے کہ تاتاری فلاں معرکہ میں شکست کھا گئے تو کہہ دینا کہ جھوٹ ہے تاتاری اور شکست کھا جائیں، یہ خون خوار درندے اور پسپا ہو جائیں، ناممکن ہے عقل اس کو قبول نہیں کرتی۔ تاتاریوں کا رعب پورے عالم اسلام پر چھا گیا تھا ایسا ہولناک خوف ورعب جس کا شاید کبھی کسی انسان کو تجربہ نہ ہوا ہو سب ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد تھے ان کے رحم وکرم کے منتظر تھے لیکن آخری نتیجہ کیا رہا۔

اسلامی تمدن کی فتح:

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام جس کا بظاہر اس کے سامنے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا جو ان کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا تھا اس نے اس فاتحین کو فتح کر لیا اس نے تلوار کی نوک سے نہیں فتح کیا، کیونکہ اس کی تلوار کند ہو چکی تھی، مسلمانوں کی تلوار نیام میں تھی وہ مایوس ہو چکے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تلوار کچھ نہ کر سکے گی اس کی دھار تاتار کے مقابلہ میں بیکار ہو چکی تھی وہ کیا چیز تھی؟ جس نے تاتار کو فتح کیا وہ دین کا اعجاز تھا جو دائمی، ابدی، غالب و فاتح، حسین و خوشنما، دلکش و دلنواز دین ہے اور پھر آگے بڑھ کر اسلامی تمدن نے ان کو اپنا مفتوح بنا لیا کیونکہ تاتاری تمدن سے عادی تھی وہ انسانوں کی شکل میں درندے یا درندہ نما تھے دنیا سے کٹی ہوئی ایک تنگ وادی اسے اس کشادہ وسیع دنیا میں آئے تھے جس نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کر لیں ان کو ایک تمدن کی ضرورت تھی صحرا کی زندگی میں ان کو تمدن سے مس نہ ہوا تھا وہ نیا تمدن اختیار کرنے پر

کھانے ، پینے، پہننے اور اوڑھنے معاشرت اور مہمان نوازی کے نئے طریقے تھے گھروں کی تعمیر کس طرز پر ہو؟ رہائش گاہوں کو آرام دہ، صحت بخش، نشاط و سرور سے بھرپور کس طرح بنایا جائے ؟ یہ سب مسائل تھے اس سے پہلے وہ نہایت سادی بدویانہ زندگی گزارتے تھے اب وہ ایک نئے تمدن کے سامنے تھے اس وسیع اسلامی تمدن سے ان کا معاملہ تھا جو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ اس تمدن نے علوم کو ترقی دی تھی اور صنعتوں کی ایجاد کی تھی عقل انسانی کو سنوار اتھا لوگوں کو ذوق لطیف عطا کیا تھا ان کے لیے ایک نئی حیرت انگیز زندگی پیدا کر دی تھی اس تمدن نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر لیا۔

اور ان کو اسلامی تہذیب و تمدن کی تقلید کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اسلام کے قلب میں پگھل گئے اور اسلامی زندگی میں گھل گئے، انہوں نے اسلام کا بغور مطالعہ کیا اور قبول اسلام سے مشرف ہوئے تو دراصل اسلامی تمدن ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنا۔

مسلمانوں نے اسلامی تاریخ کے آغاز کے موقع پر پہلی صدی ہجری کے بالکل ابتداء میں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب شام و مصر اور عراق و ایران کو فتح کیا تو نہایت ترقی یافتہ دو تمدن ان کے سامنے تھے، جن کی مادی ترقی کا تصور بھی اس وقت کے مسلمانوں کے لیے مشکل تھا، یہاں تک کہ تاریخ کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ انہوں نے چپاتیاں دیکھی تو یہ سمجھے کہ ہاتھ پونچھنے کے لیے دستی رومال ہیں کھانے کے بعد جب ہاتھ پوچھنے کے لیے ان باریک چپاتیوں کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو روٹی ہے۔ غرض یہ کہ دینی فتوحات کا جب دور شروع ہوا تو ان کو ایک نئے ترقی یافتہ اور دلکش تمدن سے سابقہ پڑا، جس سے وہ بالکل ناواقف تھے۔

لیکن کیا بات تھی جس نے ان کو اس تہذیب و تمدن میں گھل جانے اور پگھل جانے سے محفوظ رکھا وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے اس تمدن کو نہ تو اپنایا، اور نہ زندگی میں اس کی تقلید کی اس طرح اسلامی تمدن محفوظ رہا اور صحیح و سالم طریقہ سے آج ہم تو پہنچ سکا آج یہ اسلامی تمدن

جس طرح یہاں ہے ویسے ہی ہندوستان و پاکستان میں ہے، سعودی عرب اور مراکش میں ہے اور افریقہ اور ایشامیں ہے اس پوری مدت میں یہ تمدن کس طرح اپنی حفاظت کر سکا؟ اس تمدن کے بقاء اس کی قوت اور ٹھہراؤ اور یہاں کے چیلنجوں پر اس کے غلبہ حاصل کرنے کے پیچھے کیا راز ہے وہ چیلنج جس کا مقابلہ نہ مسیحی کر سکے نہ وہ تاتاری فاتح جنہوں نے سارے عالم کو زیر کر لیا تھا اور پورے عالم اسلام کو روند ڈالا تھا لیکن تمدن کے مسئلہ پر وہ بھی قابو نہ پا سکے تھے۔

مسلمانون نے اس پیچیدہ اور انوکھی مشکل پر کیسے قابو پایا؟ بہت سے مصائب و مشکلات ایسی ہوتی ہے جس کو سہار لیا جاتا ہے مثلاً دینی تعصب کی بنیاد پر ظلم و تعدی جس سے مسلمانوں کو واسطہ پڑتا رہتا ہے اور وہ اس کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں ہم ہندوستان میں بہت سے چیلنجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں ہندی قومیت کا چیلنج غیر اسلامی تعلیم و ثقافت کا چیلنج بت پرستی اور شرک کا چیلنج اللہ کے فضل سے ہم نے ان چیلنجوں کا مقابلہ کیا ڈٹ کر کیا، لیکن جب مسلمان ابتدائی دور میں تھے، بدوی زندگی گزار رہے تھے، سیدھی سادی معیشت تھی اس وقت انہوں نے اس تمدن کے چیلنج کا کیسے مقابلہ کیا۔ حالانکہ تہذیب و تمدن کا چیلنج بڑا ہی نازک اور خطرناک ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس مشکل پر مردوں اور عورتوں کے باہمی تعاون سے قابو پایا مسلمان اپنی دعوت اور اپنے پیغام پر فخر کرتے ہیں وہ یقین رکھتے تھے کہ ان کا دین کامل اور مکمل ہے اور خاتم الادیان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت آخری نبوت و رسالت ہے انہوں نے اللہ کا یہ فرمان سن رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے مذہب کے سلسلہ میں اسلام کو پسند کیا، ان کو اس دین کی صلاحیت، قابلیت اور طاقت پر پورا بھروسہ تھا۔

ننھی خطرناک مخلوق

عنیقہ ناز

اسکول جانے والوں بچوں کے والدین کے جہاں دیگر مسائل ہوتے ہیں وہاں سب سے خوفناک ، دل دھڑکا دینے والی وجہ جس سے انہیں اور ان کے بچوں دونوں کو سخت شرمندگی ہوتی ہے وہ سر کی جوئیں ہیں۔

ویسے تو جوئیں ساری دنیا میں لوگوں کے ہوتی ہیں لیکن گرم ممالک کی آب و ہوا انہیں خوب راس آتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ گھریلو سطح پہ جتنی چاہے احتیاط کی جائے ایسا ہو ہی جاتا ہے کہ ہم کسی دن دیکھتے ہیں کہ ہمارا بچہ بری طرح سے اپنا سر کھجا رہا ہے۔ یہ ایک اہم علامت ہے کہ سر میں جوئوں نے جگہ بنالی ہے۔ اگر اب بھی نظر انداز کریں تو یہ جوئیں گرمی کی وجہ سے کسی دن سر کے اوپر مٹر گشت کرتی نظر آئیں گی اور ہلکی سی ہوا بھی بالوں میں چپکے ان کے سفید انڈوں کی ایسی نمائش کرے گی کہ لوگ گھبرا کر آپ کے بچے کو خود سے دور کر دیں گے۔

ہمارے یہاں کراچی میں کچھ پرائیویٹ اسکولوں نے یہ پالیسی بنالی ہے کہ سر میں جوئوں کی موجودگی کے شک کی بناء پہ اسی وقت بچے کو گھر واپس بھیج دیتے ہیں۔ جو نہ صرف بے جا سختی ہے، بلکہ بچے کی سُبکی اور دیگر بچوں کی طرف سے اس کی چھیڑ کا باعث بن جاتی ہے۔

یہاں میں فی الوقت ان اسکولوں کے تذکرے میں نہیں جانا چاہتی جو کہ اس قسم کے قوانین کا نفاذ کر کے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کا اسکول ڈسپلن اور قواعد کے لحاظ سے کس قدر بہترین ہے۔ انسانی قدر و قیمت بھی کوئی چیز ہے۔ لیکن یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ کسی اسکول انتظامیہ کو یہ حق نہیں ہونا چاہئیے کہ وہ محض اس وجہ سے بچے کو کلاس سے نکال کر گھر واپس بھیج دیں۔ بچہ بہر حال وہاں تعلیم کے لئے ہے اور اس طرح سے اس کی تدریس کا جو نقصان ہوتا ہے اس کی ذمہ داری اسکول پہ عائد ہوتی ہے اور محکمہ تعلیم کو اس سلسلے میں نوٹس لینا چاہئیے کہ وہ

کون سی اہم وجوہات ہو سکتی ہیں جن کی بناء پہ ایک اسکول اپنے کسی صحت مند طالب علم کو کمرہ جماعت میں بیٹھنے سے روک دے۔

جوئیں، کسی کی جمالیاتی حس کو ناگوار گذر سکتی ہیں، صفائی پسند طبیعت کو بری لگ سکتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مچھر، یا کچھ اور حشرات کی طرح کوئی بیماری نہیں پھیلاتیں۔

اگر اسکول انتظامیہ چاہے تو وہ پہلے سے احتیاطی تدابیر کروا سکتی ہیں مثلاً وہ والدین کو یہ نوٹس بھیج سکتی ہے کہ ہفتہ وار چھٹیوں کے دوران بچے کے سر کو کسی جوئیں مار شیمپو سے دھویا جائے اور گیلے بالوں میں باریک کنگھی پھیری جائے۔ اس طرح سے اگر کوئی جوں اتفاقاً چڑھ جائے تو وہ نکل جائے گی۔ پوری جماعت ایک دن اس طرح کے عمل سے گذرے گی تو جوئوں کے پھیلنے کے امکانات خاصے کم ہو جائیں گے۔

بچیوں کے لئے یہ لازمی کیا جائے کہ اگر ان کے بال بڑے ہیں تو وہ انہیں باندھ کر رکھیں اس طرح بندھے ہوئے بالوں سے جوئوں کی منتقلی مشکل ہو جاتی ہے۔ بچوں کو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنے سے منع کریں۔

والدین کو بتایا جائے کہ ہفتے کے آخری دن جو کہ پاکستان کے زیادہ تر اسکولوں میں جمعہ کا دن ہوتا ہے بچوں کی صفائی کے سلسلے میں معائنہ ہو گا۔ اس طرح ان پہ دباؤ رہے گا کہ وہ اپنے بچوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔ یہ نوٹس انہیں تعلیمی سال شروع ہونے کے ساتھ ہی دیا جائے نہ کہ معائنہ ہونے سے ایک دن پہلے۔

بچوں کو وقتاً فوقتاً جسمانی صفائی کے متعلق بتانے کے لئے استاد کو اہتمام کرنا چاہئیے۔ اسکولوں سے ہٹ کر والدین اکثر پریشان نظر آتے ہیں کہ وہ جوئوں سے نجات پانے کے لئے کیا کریں؟ اس سلسلے میں، میں نے انٹرنیٹ سے مدد لی۔ مزید یہ کہ اس میں میرے ذاتی تجربات بھی شامل ہیں کیونکہ میں خود ایک بچی کی ماں ہوں۔ اس لئے امید ہے کہ یہ طریقے کارآمد ہوں گے۔

شیمپو سے:

سب سے پہلے یہ واضح کر دوں کہ ایک دفعہ جوئیں سر میں داخل ہو جائیں تو ماں کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے کیونکہ جوئیں مارنے والے شیمپو چاہے وہ کتنا ہی دعوی کریں کہ لیکھوں اور جوئوں سے مکمل نجات وہ مکمل صفائی نہیں کرتے۔

جوئیں مارنے والے شیمپو میں عموماً میلا تھائیاون، کیڑے مار دوا ایک مخصوص مقدار میں شامل ہوتی ہے۔ تاکہ وہ سر کے بالوں یا جلد کو زیادہ نقصان نہ پہنچائے۔ یہ دوا لیکھوں یعنی جوئوں کے انڈوں کا خاتمہ نہیں کرتی۔ جوئوں کا خاتمہ بھی صرف چھتیس فی صد تک کرتی ہے۔ بعض جوئوں میں ان دوائوں کے لئے مزاحمت بھی ہوتی ہے اور وہ اس سے نہیں مرتیں۔ اگر مر جائیں تو کچھ عرصہ بعد باقی رہ جانے والے انڈوں سے نئی جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ایک دفعہ پھر بچہ سر کھجا رہا ہو گا۔ اس لئے جوئیں مارنے کے لئے کوئی بھی طریقہ استعمال کریں ایک روایتی طریقہ ہر صورت استعمال کرنا پڑے گا اور وہ ہے باریک کنگھی کا استعمال۔

یہ باریک کنگھی ذرا دیکھ بھال کر لیں عام پلاسٹک کی کنگھیاں جو نرم دانتوں کی ہوتی ہیں اور دانتوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوتا ہے آپ کا مسئلہ حل نہیں کریں گی۔ دانتوں کے درمیان کم سے کم فاصلہ ہونا چاہئیے اور پلاسٹک کو سخت ہونا چاہئیے۔ پلاسٹک کے علاوہ، یہ کنگھیاں لکڑی اور دھات کی بھی مل جاتی ہیں۔ مسلسل استعمال سے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے انہیں پھینک کر دوسری لے لیں۔ یہاں کراچی میں انڈین باریک کنگھیاں مل جاتی ہیں یہ پاکستانی کنگھی سے مہنگی ہوتی ہیں مگر کام میں بہت بہتر ہوتی ہے۔ اگرچہ میں پاکستانی مصنوعات کو ترجیح دیتی ہوں لیکن اس نکتے پہ انڈین کنگھی ہی لینا پسند کرتی ہوں۔ اس کنگھی کے سلسلے میں ایک بات اور بتادوں کے جب بھی دور دراز کے سفر کو نکلیں اپنے سامان میں یہ کنگھی رکھنا مت بھولیں۔ اب طریقہ استعمال دیکھ لیں۔ بچے کو نہلانے سے پہلے بالوں میں ہلکا سا تیل لگا کر کنگھا کر

کے بال اچھی طرح سلجھالیں۔ اب شیمپو کو بالوں میں لگالیں۔ بالوں کو سر کے آگے نہ لٹکائیں۔ بلکہ جس طرح آپ نے کنگھا کیا تھا اسی سمت رہنے دیں۔ دی ہوئی ہدایات کے مطابق اتنی دیر رہنے دیں۔ اب اسی طرح بالوں کو پریشان کئے بغیر پیچھے کی سمت رکھے ہوئے بالوں کو نرمی سے پانی سے دھوڈالیں۔ اب دوبارہ بالوں میں پہلے موٹا کنگھا یا برش پھیر کر انہیں سلجھالیں۔ اگر آپ نے ان ہدایات پہ عمل کیا تو بال بہت زیادہ الجھے ہوئے نہیں ہوں گے۔

جب بال خوب اچھی طرح سلجھ جائیں اور کنگھے کو ان میں چلنے میں ذرا دشواری نہ ہو تو سر کے حصے کر لیجیے اور ہر سمت سے باریک کنگھی کو سر کی جلد سے لے کر بالوں کے آخری سرے تک پھیرتے چلے جائیں۔ ہر دفعہ کنگھی پھیرنے کے بعد اسے اچھی طرح اپنے سنک پہ جھٹک لیں تاکہ اگر دانتوں کے درمیان کوئی جوں پھنس گئی ہو تو وہ نکل جائے۔ یہ عمل تین سے چار بار کریں، کانوں کے اوپری حصے کی طرف خاص طور پہ کہ جوئیں زیادہ تر یہاں پہ یا گدی کے پاس جمع ہو جاتی ہیں۔ شیمپو دو تین دن کے وقفے سے استعمال کریں لیکن کنگھی آپ ہر روز نہلانے کے دوران پھیر سکتی ہیں۔ بچہ لازمی طور پہ چیخے چلائے گا۔ لیکن اپنا دل کڑا رکھیں۔ بعد میں ہیئر ڈرائیر کی گرم ہوا سے بال خشک کر لیجئے۔ یہ گرم ہوا امید ہے بچ جانے والی جوئوں کا خاتمہ کر دے گی مگر اسے اتنا زیادہ استعمال نہ کریں کے بالوں کو مردہ ہی کر دے۔ ایک خاص فاصلے پہ رکھ کر استعمال کیجیے۔

قدرتی طریقہ:

جو لوگ بالوں کے معاملے میں حساس ہیں وہ پوچھتے ہیں شیمپو کے علاوہ کوئی قدرتی طریقہ نہیں۔ بالکل ہے۔ ہمارے ملک میں کچھ لوگ تارامیرا کا تیل استعمال کرتے ہیں۔ باہر کے ممالک میں ٹی ٹری آئل یا اس میں زیتون کا تیل ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مجھے ان طریقوں

کرنے کے بعد بالوں میں تھوڑا سا منہ صاف کرنے والا لسٹرین جروں سے سارے بالوں میں لگا لیں چند منٹ لگا رہنے دیں بالوں کو ہلکے سے پانی سے دھوئیں اور باریک کنگھی پھیر لیں۔ لسٹرین سے جوئیں نیم بے ہوش ہو جاتی ہیں۔

ایک اور طریقہ ہے میونیز بالوں میں اچھی طرح لگا کر چھوڑ دیں۔ جی وہی میونیز جو کھانوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس سے بھی جوئیں گھٹن کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لیکن میونیز کو صاف کرنے کے لئے بالوں کو اچھی طرح شیمپو کرنا پڑے گا۔ گیلے بالوں میں باریک کنگھی پھیرنا مت بھولیں۔ اگر بال روکھے ہیں تو شیمپو کرنے کے بعد بالوں کے سرے پہ کنڈیشنر لگا لیں۔ یاد رکھیں کنڈیشنر کو کبھی بھی بالوں کی جڑوں میں نہ لگائیں۔ نہ وہ شیمپو استعمال کریں جن میں کنڈیشنر بھی ہوتا ہے۔ کنڈیشنر آپ کے بالوں کی جڑوں کو کمزور کرتا ہے۔

ایک دفعہ یہ یقین ہونے کے بعد کہ اب بالوں میں جوئیں نہیں رہیں۔ آرام سے نہ بیٹھ جائیں دس دن کے بعد دوبارہ اس عمل کو دہرائیں اور کنگھی کو چیک کریں اگر اس میں کوئی جُوں آتی ہے تو اسے پھر دہرائیں تاکہ اس کے دیے ہوئے انڈوں سے جو نئی جوئیں بنی ہیں وہ نکل جائیں۔ ایک جوں روزانہ دس انڈے دے سکتی ہے۔ انڈے سے جوئیں نکلنے میں تقریباً ایک ہفتہ اور ان جوؤں کو انڈے دینے کے قابل بننے میں دس دن لگتے ہیں۔

بچے کے سر میں جوئیں ہونے کا مطلب یہ کہ گھر کے ہر فرد کو جوئیں ہو سکتی ہیں۔ احتیاطاً گھر کے سب افراد اس عمل کو کریں۔ تاکہ ایک دفعہ سارا گھر صاف ہو جائے ورنہ پھر کسی شخص کی جوئیں ناپسندیدہ پھیلاؤ کا باعث بن جائیں گی۔ اس کے لئے آپ کو گھر والوں کو مطلع کرنا پڑے گا کہ گھر پہ کس طرح کا حملہ ہو چکا ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ بری اطلاع دینا آسان کام نہیں۔ لیکن زندگی میں مسائل کم رکھنے کے لئے اس سے مفر ممکن نہیں۔

اب آپ کے سر میں کھجلی شروع ہو چکی ہے تو سب سے پہلے ایک باریک کنگھی خریدیے، وہی دشمنوں کی بنی ہوئی۔

قسط نمبر2:

نماز اہل السنت والجماعت

مولانا محمد الیاس گھمن

ایسے اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے:

نماز فجر اور نماز عصر کے بعد:

1- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:لَاصَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ۔

(صحیح البخاری ج1 ص82.83 باب لا تتحری الصلوۃ ،صحیح مسلم ج 1ص275 باب الاوقات التی نہی عن الصلوۃ فیہا)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔“

نوٹ: اس مضمون کی احادیث حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

(صحیح البخاری ج1 ص82 باب الصلوۃ بعد الفجر ،صحیح مسلم ج1ص275 باب الاوقات التی نہی عن الصلوۃ فیہا،جامع الترمذی ج1 ص45 باب ما جاء فی کراھیۃ الصلوۃ بعد العصر)

2. عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّھِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔

(جامع الترمذی ج1ص96 باب ما جاء فی اعادتہما بعد طلوع الشمس)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی دو رکعتیں (سنت موکدہ) نہ پڑھی ہوں تو وہ انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔

صبح صادق کے بعد:

صبح صادق کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی اور سنت یا نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنْ حَفْصَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا یُصَلِّیْ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔

(صحیح مسلم ج1 ص250 واللفظ لہ باب استحباب رکعتی الفجر، صحیح البخاری ج1 ص 157 باب التطوع بعد المکتوبۃ، جامع الترمذی ج1 ص96 باب ما جاء لا صلوۃ بعد الفجر الا رکعتین)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع صبح صادق کے بعد صرف دو رکعتیں ہلکی پھلکی پڑھتے تھے۔"

غروب آفتاب کے بعد:

غروب آفتاب کے بعد مغرب کے فرائض سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے:

1- عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْہِمَا۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص189 باب الصلوۃ قبل المغرب، مسند عبد بن حمید ص256 رقم الحدیث 804، الکنی والاسماء للدولابی ج1 ص463 رقم الحدیث 1640)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کسی کو نہیں دیکھا کہ یہ دو رکعتیں پڑھتا ہو۔"

2- عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ طُفْنَا فِیْ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاھُنَّ ھَلْ رَاَیْتُنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ ھَاتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ حِیْنَ یُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ فَقُلْنَ لَا۔

(مسند الشامیین للامام الطبرانی ج3ص212)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم "امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پوچھتے کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے دیکھا جب مؤذن اذان دیتا تھا تو انہوں نے فرمایا نہیں۔"

3- عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَا صَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ۔

(کنز العمال ج8 ص25 المغرب و ما یتعلق بہ،اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج2 ص 408 باب الصلاۃ قبل المغرب و بعدھا، مصنف عبد الرزاق ج2ص289باب الرکعتین قبل المغرب)

ترجمہ: منصور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر ، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔

خطبہ کے وقت :

1- عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؛ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیُدَھِّنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی۔

(صحیح البخاری ج1ص 121۔124باب الدھن للجمعۃ)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا":جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور حسب استطاعت خوب پاکی حاصل کرے اور تیل یا گھر میں میسر خوشبو لگائے پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے (وہاں جاکر) دو بیٹھنے والوں کے درمیان تفریق نہ کرے پھر جو نماز مقرر کی گئی ہے ادا کرے اور جب امام خطبہ دے تو

خاموشی اختیار کرے۔ ایسے شخص کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

2- حضرت نبیشہ الہذلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَاِنْ لَمْ یَجِدِ الْاِمَامَ خَرَجَ صَلّٰی مَابَدَالَہٗ وَاِنْ وَجَدَ الْاِمَامَ قَدْخَرَجَ جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ حَتّٰی یَقْضِیَ الْاِمَامُ جُمْعَتَہٗ وَکَلَامَہٗ۔

(مسند احمد ج 15ص 300،غایۃ المقصد فی زوائد المسند للھیثمی ج 1ص 1154 باب حقوق الجمعۃ من الغسل و غیرہ)

ترجمہ: اگر امام خطبہ کیلیے نہیں نکلا تو جو مناسب ہو نماز پڑھ لے اور اگر امام خطبہ کیلیے نکل چکا ہے تو بیٹھ جائے اور غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے یہاں تک کہ امام نماز جمعہ و خطبہ ختم کر لے۔

3- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ عَلَی الْمِنْبَرِ فَلَا صَلَاۃَ وَلَا کَلَامَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْاِمَامُ۔

(مجمع الزوائد للھیثمی ج 2ص407 باب فیمن یدخل المسجد والامام یخطب، جامع الاحادیث للسیوطی ج3ص 114)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر ہو تو نہ کوئی نماز جائز ہے اور نہ بات چیت یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے۔"

طلوع، غروب، زوال:

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرِ الْجُھَنِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ ثَلٰثُ سَاعَاتٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَانَا اَنْ نُصَلِّیَ فِیْھِنَّ اَوْ اَنْ نُقْبِرَ فِیْھِنَّ مَوْتَانَا حِیْنَ تَطْلُعُ

الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَحِیْنَ یَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِیْرَةِ حَتّٰی تَمِیْلَ الشَّمْسُ وَحِیْنَ تَضَیَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰی تَغْرُبَ۔

(صحیح مسلم ج1ص276 الاوقات التی نهی عن الصلوة فیها ،جامع الترمذی ج1ص200 باب ما جاء فی کراهیة الصلوة علی الجنازة،الجمع بین الصحیحین للحمیدی ج3ص351)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے یا مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے۔

1- جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔

2- عین زوال کے وقت جب تک کہ سورج ڈھل جائے۔

3- جب سورج غروب کے قریب ہو یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

ہاتف غیب کا پیغام

مسز عبداللہ احسن

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے آواز بلند کہہ رہا ہے خدایا اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی اپنی حاجتیں دوسرے کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پر زور آواز لگائی اور کہا پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان ؟ جواب آیا کہ میں انسان ہوں تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔

سچے مسلمان سچے پاکستانی

مولانا محمد کلیم اللہ

صرف میری نہیں بلکہ پوری پاکستانی قوم کی یہ صدا ہے کہ کاش وطن عزیز پاکستان میں امن وآشتی کی بہاریں چلیں، غربت، افلاس، قتل وغارت گری، بے روزگاری جیسے عفریت مر جائیں۔ ناخواندگی، بدتہذیبی، فحاشی وعریانی، چوری ڈکیتی، سود، رشوت، دھوکہ دہی، فریب کاری، فراڈ، لوٹ کھسوٹ کا جنازہ نکل جائے۔ مظلوم، نہتے، بے گناہ معصوم شہری موت کے گھاٹ نہ اتریں۔ مہنگائی، جعلی اشیاء کی خرید وفروخت، ناپ تول میں کمی، چور بازاری کا وجود نامسعود پردہ عدم میں چلا جائے۔ زنا، مہنگے ترین نکاح، آشنائوں سے مل کر فرار ہونا، بدچلنی اور غیرت کے نام پر قتل، بلاوجہ قید وبند کی صعوبتیں، وڈیرہ شاہی، افسر شاہی کا طوفان تھم جائے۔

فرقہ واریت، علاقائی، قومی، لسانی تعصبات، مفاد پرستی، گروہی فسادات کو جڑ سے کاٹ دیا جائے۔ سیاسی بساط پر چمٹے ہوئے مہروں کو بدل کر ہمدردِ قوم، محب وطن، باصلاحیت، عوام دوست اور صالح حکمرانوں کو لایا جائے۔ یورپ کی آوارگی، مغرب کی تاریک خیالی، گوروں کی جنسی بے راہ روی کو اپنے معاشرے میں پھیلنے سے روکا جائے۔

ثقافت اور کلچر سے لے کر رنگ وروپ تک، عادات واطوار سے لے کر وضع قطع تک، عزت وذلت کے خود تراشیدہ پیمانوں سے لے کر نظامِ قانون زندگی تک؛ غیر مسلم اقوام خصوصا اسلام دشمن بلکہ ملک دشمن طاغوتی اور استعماری قوتوں کی تقلید کو یکسر چھوڑ دیا جائے لیکن۔ بسا آرزو کہ خاک شد۔ ہم "خواہش پرست" قوم نہیں ہیں۔ ہمارے سینوں میں تو مندرجہ بالا جذبات اٹھتے ہیں۔ لیکن۔۔۔ کیا خیال ہے کہ ہم اپنی ان مذکورہ بالا خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہیں۔؟ ہاں یا نہیں کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے لیکن میرا نظریہ یہ ہے کہ نہیں کر سکتے جب تک ہم خود کو نہ بدلیں اقبال مرحوم نے کہا تھا۔ ع

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

ہم نے خود کو بدلنا ہے، معاشرے میں پھیلی ہر سو جہالت اور افراتفری کو مٹانا ہے، پاکستان مضبوط کرنا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنی ہے، وطن عزیز کو استحکام کی مالا پہنانی ہے۔ ایک مثالی قوم بن کر سامنے آنا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنھایہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کیا ہے: انکم کنتم اذل الناس فاعزکم اللہ بالاسلام فمھما تطلبوا العزۃ بغیرہ یذلکم اللہ

اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے تم کو قعر ذلت سے نکالا اور عزت کے بلندی تک پہنچایا خبر دار۔۔۔ اگر تم نے اسلام کے علاوہ کسی اور جگہ عزت تلاش کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالی تم کو ذلیل کر دے گا۔ ذرا منصفی کیجیے گا:

کیا ہم عزت کو غیروں کے کلچر میں نہیں تلاشتے پھر رہے؟ کیا ہماری خوشیاں اور غم، رسوم ورواج، تہذیب واطوار، ہمارے تہوار غیر مسلم اقوام کی نقالی نہیں؟ کیا ہم اپنا ہیرو اوباشوں اور آوارہ قسم کے فلمی ستاروں کو نہیں گردانتے؟ یاد رکھیں جب تک یہ سارا کچھ موجود ہے اور ہم آئے روز اس میں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں اور بڑی بے پرواہی سے ان لغویات میں منہمک ہو رہے ہیں تو یقین مانیے کہ ہم اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

وقت کا پہیہ تیزی سے گھوم رہا ہے موت بھی اپنا بے نیام خنجر ہماری پشت میں گھونپنے کو تلی بیٹھی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی حیثیت پہچاننی ہوگی ہمیں مل کر وطن عزیز کو درپیش چیلنجز کے سامنے سرخرو کرنا ہوگا اور آخرت میں خود کو خدا کے حضور سرخرو کرنا ہوگا۔ ہمیں تعلیم پر توجہ دینی ہوگی، غیر ضروری سرگرمیوں کو خیر باد کہنا ہوگا، اپنی معیشت اور تجارت کو مضبوط بنانا ہوگا۔ معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہے۔ یقیناً میں نے اور آپ نے مل کر سچے مسلمان اور سچے پاکستانی ہونے کا اس قوم کو ثبوت دینا ہے۔ کیا آپ تیار ہیں؟

آج سے۔۔۔یا۔۔۔ابھی سے؟

ام احمد، لاہور

عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالی عنھما ایک رات اپنی زوجہ کے ہمراہ بیٹھے تھے چاند پر نظر پڑی۔ چاند نہایت حسین محسوس ہوا بیوی سے فرمایا اگر تم اس چاند سے زیادہ خوبصورت ہو تو میری بیوی ہو گی ورنہ تمہیں طلاق ہو گی آخری جملہ تین دفعہ کہہ دیا وہ بیوی تھی بھی بہت چہیتی۔ بات کہہ کر پریشان ہو گئے کہ اب تو طلاق ہو گئی اب کیا ہو گا؟

مقدمہ لے کر حضرت ابو بکر کے پاس حاضر ہو گئے اور ساری بات ان کے گوش گزار کی تو جناب حضرت ابو بکر نے سب سن کر اپنے صاحبزادے کو تسلی دی اور فرمایا اللہ پاک کا ارشاد ہے میری تمام مخلوقات میں سب سے خوبصورت تخلیق انسان کی ہے اور عورت بھی اک انسان ہے۔

جب خالق خود اسے اپنی سب سے خوبصورت تخلیق مانتا ہے تو ہم انکار کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ اب سوال یہ آتا ہے کہ اگر عورت ذات کی تخلیق خود خالق کو پسند ہے تو وہ ہمیشہ سے تیسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے کیوں رہتی آئی ہے شروع سے اسے اس بات کا شکوہ کیوں رہا ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں؟

اصل مسئلہ اس وقت شروع ہوتا ہے کہ ہم عورتیں مردوں سے اپنے کون سے حقوق مانگ رہی ہیں؟ کیا وہ حقوق جو ہمارے پیارے خالق رب ذوالجلال نے اپنے پیارے نبی کے ذریعے ہمیں دیے ہیں یا پھر ہمارے اپنے خود ساختہ حقوق جو ہم سمجھتی ہیں کہ ہمیں ملنے چاہیں یعنی مردوں سے برابری وغیرہ اور اسی قسم کے دوسرے حقوق؟

اللہ پاک نے دنیا کا نظام چلانے کے لیے ہر جنس کی ایک ذمہ داری مقرر کی ہے کسی جنس کو دوسری پر فوقیت دی ہے تو اس میں بھی اس کی ایک مصلحت کار فرما ہے اگر مردوں کو

قانونی طور پر فوقیت دی ہے تو عورتوں کو اخلاقی اعتبار سے بہت اونچا مقام عطا کر دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا بحیثیت انسان دونوں برابر ہیں دونوں کے لیے گناہ اور ثواب کے پیمانے یکساں ہیں جنت اور جہنم میں داخلے کی شرط دونوں کے لیے ایک جیسی ہے۔

تو پھر فرق کیا ہے اور کہاں ہے؟

فرق صرف ہم عورتوں کی سوچ کا ہے ہم اپنا اخلاقی مقام بھول کر مردوں کا قانونی مقام حاصل کرنے کو اپنا حق سمجھتی ہیں اور یہیں پر ہم غلط ہو جاتی ہیں یہ تو قرآن پاک کا فیصلہ ہے: مرد عورتوں پر نگران ہیں۔ اور ہم خود اپنی نگران بننا چاہتی ہیں تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟

میرا ذاتی تجزیہ ہے کہ اپنی بے قدری کی ذمہ دار ہم خود ہی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ اس صورت حال کی زیادہ ذمہ داری ہم عورتوں پر ہی آتی ہے نہ کہ صرف مردوں پر۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ عورتوں پر ظلم نہیں ہوتا اور عورتوں کے سارے مسائل ان کے اپنے خود ساختہ ہیں نہیں ایسا بالکل بھی نہیں۔

ابھی بھی اس ماڈرن زمانے میں بھی وہ ذہین موجود ہیں جو بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے ہیں خواہ حقیقی معنوں میں خواہ لغوی معنوں میں چاہے نوزائیدہ بیٹی کو اور چاہے پلی پلائی جوان بیٹی کو۔

میں ان تمام حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتی جو ہمارے معاشرے میں عورتوں کے ساتھ درپیش ہیں محض عورت ہونے کے ناتے انہیں جن مظالم کا سامنا ہے وہ روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہیں۔

میں یہاں صرف یہ نقطہ واضح کرنا چاہ رہی ہوں کہ اگر ہم عورتیں چاہیں تو اس صورت حال میں تبدیلی لا سکتی ہیں۔ وہ کیسے؟

اپنے ان حقوق کو جو اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائے ہیں انہیں سمجھیں کہ اصل میں وہ حقوق ہیں کیا انہیں سمجھ کر اور یہ مان کر کہ یہاں ہمارے لیے بہتر ہیں اپنی جھوٹی انا کو پس پشت ڈال کر انہیں اپنائیں تو شاید صورت حال بہتر ہو سکے لیکن اس کے لیے حقیقت کی آنکھ سے دیکھنا ضروری ہے...

ہم عورتیں اپنے ہر رشتے میں مردوں سے منسلک ہیں جیسے ہم ماں ہیں، بہن ہیں، بیٹی ہیں اور بیوی ہیں اور اگر ہم ان رشتوں سے منسلک نہیں تو ہم صرف اس معاشرے میں بلکہ اگلے جہاں بھی کوئی وقعت نہیں کیونکہ ہمارے یہ رشتے ہی ہماری پہچان ہیں تو پھر اپنے ہی بیٹے، بھائی، باپ اور شوہر سے کیسا جھگڑا؟ وہ مسائل جو ہم جلسے جلوس کر کے سڑکوں پر نکل کر حل کرنا چاہتی ہیں وہی مسائل ہم گھر بیٹھ کر حل کیوں نہیں کر لیتیں؟

اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ جب ہم خود اپنی حیثیت کو پہچان کر خود اپنے آپ کو عزت نہیں دیں گی ہمیں عزت نہیں ملے گی اپنے وجود کی اہمیت کو اگر ہم خود ہی پامال کر دیں گی تو ہمیں اہمیت کون دے گا؟

آخر میں میں تمام عورتوں سے چاہے وہ آزاد زندگی گزار رہیں ہیں رشتوں میں بندھ کر رہ رہی ہیں یا مظلومیت کا شکار ہو رہی ہیں سب سے یہ پر زور اصرار کروں گی کہ اللہ کے واسطے اپنی اصل حیثیت کی پہچانیں۔ اپنے حقیقی حقوق کو سمجھیں۔

اللہ کی شریعت کے مطابق خود کو ڈھالیں تو کچھ شک نہیں کہ ہم ایک پر سکون زندگی گزار دیں اور آخرت میں بھی اچھے اجر کی حقدار قرار پائیں۔

لیکن اس کے لیے کوشش بھی ہمیں خود کو ہی کرنی ہو گی اجتماعی کوشش بھی اور انفرادی کوشش بھی ورنہ معاشرے میں ہم اپنی قدر کھو بیٹھیں گی اس کے لیے ہمیں آج سے نہیں بلکہ ابھی سے کوشش کرنی ہو گی۔

اس بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟؟؟؟؟

قسط نمبر 17

ظہیر الدین محمد بابر

امان اللہ کاظم

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ظہیر الدین بابر ابھی سمرقند پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ اسے ایک اور طالع آزما "سلطان احمد تنبل" فرغانہ کی طرف پیش قدمی کرنے کی خبر موصول ہوئی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ قلعہ آخشی کے حکمران اس کے چھوٹے بھائی جہانگیر مرزا کو ورغلا کر فرغانہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ خبر بابر کے لیے اگرچہ سوہان روح تھی مگر اب وہ اپنے قدم سمرقند کی طرف بڑھا چکا تھا یہاں سے پیچھے ہٹنا بھی اس لیے ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ نانی اماں کا مشورہ بھی یہی تھا اس نے فرغانہ سے روانگی پر بابر سے کہا تھا کہ

"فرغانہ کو بچانے کے ساتھ ساتھ سمرقند پر بھی اپنا تسلط قائم کرنے کی فکر کرو تم اپنی ساری کوششیں اور قوتیں صرف دفاع پر صرف نہ کرو، یہ بات عقل مند حکمران کو زیبا نہیں ہے تمہارے جدِامجد امیر تیمور صاحبقراں لرزندہ جہاں جس نے کہ دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اپنی سلطانی قائم کر رکھی اس نے بھی سمرقند ہی کو اپنا مستقر بنا رکھا تھا اس کے بعد تیموریوں کا دارالخلافہ بھی سمرقند رہا ہے میں سمجھتی ہوں کہ سمرقند کا تیرے زیر نگیں آنا نہایت ہی ضروری ہے تیرے لیے جتنا فرغانہ کا دفاع اہم ہے اتنا ہی تیرے لیے سمرقند کو فتح کرنا ضروری ہے۔"

اب جبکہ سمرقند کے محاصرے کے دوران یکے بعد دیگرے اس کے حریف اپنا اپنا محاصرہ اٹھا کہ نو دو گیارہ ہو چکے تھے بابر کی اب صرف سمرقند کے سلطان بائسنغر کے ساتھ ٹھن گئی تھی جو کہ اس کا چچازاد بھی تھا۔ دریں اثناء جبکہ بابر اپنے خیمے میں محو استراحت تھا کہ دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بابر کی فوج میں گھستے چلے آئے۔ وہ دونوں زخمی

حالت میں تھے، قریب پہنچتے ہی ان میں سے ایک تو گھوڑے سے گرا اور دم توڑ گیا جبکہ دوسرا شدید زخمی تھا اور نیم بے ہوشی کے عالم میں تھا گھوڑا کی لگام بھی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی مگر وفادار جانور کے جبلی احساس نے اسے یہاں تک پہنچا دیا تھا۔

نیم بے ہوش گھڑ سوار کو بابر کے فوجیوں نے ہوش میں لانے کے سارے جتن کر ڈالے اس کو فی الفور مرہم پٹی کر دی گئی بر وقت طبی امداد مل جانے کی وجہ سے نیم بے ہوش شخص ہوش میں آتا چلا گیا۔ کچھ وقت کے بعد جب وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا تو اسے سلطان بابر کی بارگاہ میں پیش کر دیا گیا۔

جونہی وہ شخص نوعمر سلطان کے حضور پیش ہوا تو اس نے اسے پہچان لیا یہ وہی شخص تھا جو عرصہ پہلے اس کے والد سلطان عمر شیخ مرزا کا ملازم تھا بابر کے کئی فوجی افسروں سے بھی اسے پہچان لیا تھا بابر خوب جانتا تھا کہ

"یہ شخص بڑا صاحب علم و فضل تھا اپنی مرنجان مرنج طبع کے باعث سلطان عمر شیخ مرزا کے ناک کا بال بنا رہتا تھا باز کا بہترین شکاری تھا کہربا سے طرح طرح کے کرشمے دکھانے میں مہارت تامہ رکھتا تھا عمر شیخ بذات خود اس کے علم و فضل اور فہم وذکاء کے باعث اس کی عزت کرتا تھا اسے ہر وقت انعام واکرام سے نوازا کرتا تھا۔ جانے اس کے دل سے سمائی کہ وہ ایک دن فرغانہ سے یکایک غائب ہو گیا اور پھر اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔"

آج وہ شخص بابر کو اس حال میں ملا کہ وہ بری طرح گھائل تھا اس کا شانہ تیز دھاری برچھی کے وار سے شدید زخمی ہو گیا تھا نجانے اس پر کیا افتاد پڑی تھی یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کس طرف جانے کا قصد کیے ہوئے تھا۔

بہر حال بابر کے شاہی جراحوں نے اس کا پوری تندی سے علاج کیا، چند ہی دنوں بعد جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو پھر بابر کا شکریہ ادا کئے بغیر پہلے کی طرح چپ چاپ فرار ہو گیا، بابر کا ماتھا ضرور ٹھنکا مگر پھر وہ اپنے کام میں منہمک ہو گیا۔

اب بابر کا براہ راست مقابلہ اپنے چچازاد سمرقند کے سلطان بائسنغر سے تھا۔ بابر کی فوج میں روزافزوں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا، آس پاس کے جنگجو قبائل کے لوگ جوق در جوق بابر کی فوج میں شامل ہوتے چلے جارہے تھے۔ مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سینکڑوں کی تعداد میں بھگوڑے مغل بھی جو کہ شیبانی خان کی ہمراہی میں یہاں تک آئے تھے اور اب وہ نوعمر سلطان کی طرف کھنچے چلے آرہے تھے۔

روز بروز شہر سمرقند کی محصور آبادی مسائل کا شکار ہوتی چلی جارہی تھی بابر نے سمرقند کی طرف آنے والے سارے راستے بند کردیے تھے اس طرح محصور لوگوں کے لیے غذائی سامان کی کمی ہوتی چلی گئی گھوڑوں اور دیگر جانوروں کے لیے چارہ بھی میسر نہیں آرہا تھا۔ اس طرح انسان اور جانور بھوکوں ہونے لگے۔

بابر نے اپنی فوج کی ضرورت آس پاس کے تاجروں کے ذریعے پوری کررہا تھا تاجر لوگ اپنے اونٹوں خچروں پر سامان ضرورت یہ لاد لئے آئے تھے اور نہایت آزادی اور بے باکی سے فوجیوں کے ہاتھوں فروخت کرکے منہ مانگے دام بٹور لے جاتے تھے گویا ان کی چاندی ہورہی تھی چونکہ بابر کے فوجیوں کو گھومنے پھرنے کی کھلی آزادی تھی اس لیے وہ دور دور بستیوں تک نکل جاتے تھے ان میں سے کچھ خصوصاً مغل فوجی تھوڑی بہت لوٹ مار بھی کرلیتے تھے۔

کچھ مغل فوجیوں میں اغلام بازی جیسی عادت قبیح بھی پائی تھی وہ لوگ شہر سے دور بستیوں میں گھس جاتے اور وہاں سے نوعمر لڑکے اٹھا کرلے آتے بعض مرتبہ ان کا آپس میں ان لڑکوں کی وجہ سے جھگڑا بھی ہوجاتا ان ساری قباحتوں کے پیچھے صرف ایک ہی وجہ کارفرما تھی وہ نوآمدہ مغل فوجی چودہ سالہ سلطان سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔

بابر کو جب معلوم ہوا تو اسے تشویش لاحق ہوگئی وہ جانتا تھا کہ اگر وہ عادت قبیح اس کے فوجیوں میں بھی پھیل گئی تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ سوچتے سوچتے اس کا دماغ مائوف ہوجاتا مگر اسے اس کا کوئی علاج نظر نہ آتا اس نے اپنے مشیران خاص قاسم بیگ سلاخ اور شیرم

طغائی کو طلب کیا اور پھر یہ چاروں سر جوڑ کر بیٹھ گئے تا کہ اس مسئلے کا کوئی قابل عمل حل ڈھونڈ سکیں وہ کافی غور وخوص کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ قاسم بیگ اس عادت قبیح میں ملوث لوگوں کو بے دریغ قتل کر دے تا کہ دوسروں کو بھی سبق ملے۔

لہذا اس فیصلے پر فی الفور عمل ہوا اور قاسم بیگ نے ان مغلوں کو بے دریغ تہ تیغ کر دیا جو اغلام بازی جیسی عادت قبیح میں ملوث تھے۔

بابر کی فوج میں موجود باقی مغل فوجیوں نے اس قتل عمد کا بہت ہی برا منایا انہوں نے تہیہ کر لیا کہ قاسم بیگ کو قتل کر کے انہیں اپنے بھائی بندوں کے خون کا حساب ہو چکا ہو گا۔

بابر نے ان لوگوں کی بھی خوب سرزنش کی جنہوں نے آس پاس کی بستیوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ابھی بابر ان پریشانیوں سے عہدہ براء بھی نہیں ہوا تھا کہ اسے ایک اور تشویش ناک خبر موصول ہوئی وہ یہ کہ

سلطان احمد تنبل آخشی پہنچ گیا تھا وہ شہزادہ جہانگیر مرزا کو اپنے زیر اثر کر کے اس سے اپنی مرضی کے فیصلے کروا رہا تھا یہی وجہ تھی کہ جہانگیر مرزا نے بابر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور اب آخشی پر سلطان احمد تنبل نے اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ اس نمک حرام کی حریص نگاہیں اب فرغانہ اور اس کے آس پاس کے شہروں پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ دن دور نہیں تھا کہ جب وہ جہانگیر مرزا کی آڑ میں اندجان میں داخل ہو کر اپنی فتح مندی کا جشن منائے گا۔

آخشی اور اندجان کی تشویش ناک خبروں نے بابر کو وحشت ناک کر دیا۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ جلد از جلد اندجان پہنچ جائے اور سلطان احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کو اس کی غداری کا سبق سکھائے۔ مگر دوسری طرف اسے اپنی نانی اماں کا سمرقند کو فتح کرنے کا مشورہ یاد آجاتا بہت سوچ وبچار کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے سمرقند کا محاصرہ نہیں اٹھانا چاہیے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان حالات میں اگر وہ واپس گیا تو ایک طرف وہ سمرقند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دے گا اور دوسری طرف سے اسے اپنے بھائی سے جنگ بھی لڑنا پڑے گی اس طرح دونوں

طرف سے اس کے اپنے لوگ مارے جائیں گے پس اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سمرقند کا محاصرہ اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک وہ اسے فتح نہیں کر لیتا۔

سردیوں کی آمد آمد تھی بحر منجمد شمالی سے یخ بستہ ہوائیں چلنا شروع ہو چکی تھیں اب تک اس کی فوج نے سمرقند کے ارد گرد واقع باغوں میں کھلے آسمان تلے بسیرا کر رکھا تھا مگر اب ان کا ان کھلی جگہوں پر قیام ناممکن ہو گیا تھا بنابریں بابر نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ گردو پیش میں موجود شکستہ عمارتوں اور قلعوں کو قابل استعمال بنا کر اپنے قیام وطعام کر انتظام کریں۔

حکم ملتے ہی متعدد فوجیوں نے آناً فاناً اپنے قیام وطعام کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح بابر کی فوج پیش منظر سے پس منظر میں چلی گئی۔

ابھی موسم سرما اپنے پورے جوبن پر نہیں آیا تھا کہ اچانک درباریوں اور شہر کے امیروں پر مشتمل ایک وفد سمرقند سے بابر کی بارگاہ میں بازیاب ہوا اور بابر کو اپنی اطاعت کا عندیہ دیا۔ اطاعت گزاری کے ثبوت کے طور پر انہوں نے سمرقند کے دروازے بابر پر کھول دیے اور دست بستہ عرض کی کہ

"سلطان اعظم سمرقند آپ کا ورثہ ہے آپ کے جد امجد امیر تیمور کا مرکز امارت ہے اس شہر پر آپ کا پورا پورا حق ہے حضور چلیے اور مسند شاہی سنبھالیے۔

سلطان بائسنغر نجانے کہاں منہ چھپا کر بھاگ گئے اب آپ ہی آقا و مولی ہیں، ہم ہمیشہ آپ کے اطاعت گزار ہیں۔"

بابر کو سمرقند کے درباریوں اور امیروں کی اس گفتگو سے نہایت ہی طمانیت حاصل ہوئی اس کے ذہن پر سوار تمام پریشانیاں اور تشویش ناکیاں آہستہ آہستہ اترتی چلی گئیں وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ آج نانی اماں سے کیا ہوا اس کا ایک وعدہ پورا ہو گیا تھا یعنی سمرقند اس کے زیر تسلط آ گیا تھا۔

مغرب میں خواتین کا استحصال۔ایک جائزہ

عطاء اللہ کوہستانی

ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا کے 155 ممالک میں خواتین پر تشدد ہورہا ہے، جن میں گھریلو تشدد سرفہرست ہے۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں عورتوں کی موت اور معذوری کا بڑا سبب گھریلو تشدد ہے۔ وہاں عورتوں کی بڑی تعداد اپنے سابقہ اور موجودہ شوہروں کے ہاتھوں قتل کر دی جاتی ہے۔ وہ عورتیں جن کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے ان کی عمریں 16 سے 44 کے درمیان ہوتی ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق امریکہ کی پچاس ریاستوں میں سال بھر میں تقریباً سات لاکھ واقعات گھریلو تشدد کے رونما ہوئے، جبکہ گینگ ریپ اور اغوا کے کیسز اس کے علاوہ ہیں۔ اسپین میں عورتوں کی بڑی تعداد گھریلو تشدد کا شکار ہے۔ جنوبی افریقہ میں اکثر مرد اپنی عورتوں کو تشدد کے بعد گولی مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ روس میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے ابتری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ روسی حکومت نے خود یہ بات تسلیم کی ہے کہ صرف 1999ء میں تقریباً چودہ ہزار خواتین اپنے ہی خاندان کے مردوں کے ہاتھوں تشدد کا شکار ہوئیں۔

بھارت دنیا کا ایک بڑا سیکولر ملک ہے، وہاں ہر 24 منٹ بعد کسی نہ کسی عورت کو پیٹا جاتا ہے، ہر 34 منٹ بعد کسی نہ کسی کا ریپ، ہر 34 منٹ بعد کسی نہ کسی عورت کو اغوا کیا جاتا ہے، جبکہ ہر 93 منٹ بعد کسی نہ کسی عورت کو کم جہیز لانے پر جلا کر مار دیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہ ان ممالک کی حالت زار ہے جو حقوق نسواں کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ دن رات آزادی نسواں اور مساوات کا ڈھنڈورا پیٹتے، اسلام کی مقدس تعلیمات و اقدار کو خواتین کے حقوق کے منافی قرار دیتے، مشرقی معاشرے میں خواتین کی حالت زار پر

دل گرفتہ نظر آتے اور مشرقی خواتین کی معاشی ترقی اور آزادی (حیا کا بیش قیمت جوہر چھیننے) کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اعداد وشمار کی روشنی میں جائزہ لیں کہ حقوق نسواں کے علمبردار معاشرے نے عورت کو کیا ترقی دی؟ کتنی وزیر اعظم یا صدر بنیں؟ اور کتنوں کو دیگر بڑے مناصب عطا ہوئے؟ تو ایسی عورتوں کی تعداد بمشکل صد فی لاکھ ہوگی۔ ان گنی چنی عورتوں کو مناصب دینے کے نام پر لاکھوں خواتین کو بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر سڑکوں اور بازاروں، چوراہوں پر لایا گیا اور مردوں کی تسکین ہوس کے لیے عورت کے جسم کو ہوٹلوں، کاؤنٹروں اور دکانوں پر سجایا گیا، جہاں ہر دم وہ ہوس زادوں کی غلیظ نظروں سے پامال ہوتی ہیں۔

معاش کا اضافی بوجھ اٹھانے کے باوجود بھی مغربی خاتون آج بھی گھریلو ذمہ داریوں سے آزاد نہیں، ستم بالائے ستم مساوات کے علمبرداروں کے ہاں آج بھی عورت کی محنت کا معاوضہ مرد کے مقابلے میں کم ہے، اور تمام گھٹیا اور نچلے درجے کے کام ہوٹلوں میں ویٹر، مسافروں کے کمروں کی صفائی، چادریں بدلنا، روم اٹینڈنٹ کی تمام ذمہ داریاں حواء کی بیٹی انجام دیتی ہے، جہاں نام نہاد حقوق نسواں کے چمپئین، مساوات اور آزادی نسواں کے علمبردار بنت حواء کا تقدس پامال کرتے ہیں جسے ہمارا میڈیا اور نام نہاد روشن خیال طبقہ ترقی اور آزادی کا نام دیتے نہیں تھکتا، لیکن بقول اقبال۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت
ہے حضرت انساں کے لیے اس کا ثمر موت

ہائے میرے عیناء مرضیہ کے شوق

ام عمارہ، سرگودھا

عبدالوحید بن زید فرماتے ہیں کہ میں اپنی اسی مجلس میں بیٹھا تھا، جہاد پر جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں میں نے اپنے سے کہہ رکھا تھا کہ پیر کی صبح کو چلنے کے لیے تیار رہیں ایک آدمی نے اس مجلس میں یہ آیت کریمہ پڑھی ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم وامو الھم بان لھم الجنۃ۔ بلاشبہ اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

ایک پندرہ سال کی عمر کے لگ بھگ لڑکا اٹھ کے کھڑا ہو گیا جس کا والد فوت ہو چکا تھا اور بہت سامال ورثہ میں چھوڑ کر گیا تھا کہنے لگا عبدالواحد کیا واقعی اللہ تعالی نے مومنوں سے جنت کے عوض ان کے مال و جان کا سودا کر لیا ہے میں نے کہا ہاں میرے پیارے۔ کہنے لگا عبدالواحد میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا نفس اور مال جنت کے عوض بیچ دیا ہے میں نے کہا تلوار کی دھار بڑی سخت ہے تو ابھی بچہ ہے خطرہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔ کہنے لگا عبدالواحد یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ تعالی کے ساتھ جنت کا سودا کروں اور پھر مکر جاؤں؟

میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالی سے سودا کر لیا ہے فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر ہمیں اپنے آپ پر شرم آنے لگی کہ ایک بچے کے یہ جذبات ہوں اور ہم اس سے پیچھے رہ جائیں۔ نوجوان نے ایک گھوڑا، ہتھیار اور کچھ زادہ راہ چھوڑ کر باقی سب مال صدقہ کر دیا کوچ کا دن آیا تو سب سے پہلے وہی پاس آیا اور آکر السلام علیک یا عبدالواحد کہا میں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ تیری بیع نفع لائے گی۔

ہم نے کوچ کیا نوجوان دن بھر روزے رکھتا اور رات کو عبادت کر کے ہماری خدمت کرتا جانوروں کو چرانے کے لیے لے جاتا ہم سو رہتے تو وہ پہرہ دیتا اسی طرح سے ہم روم کے

علاقہ میں پہنچ گئے۔ ایک دن بیٹھے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان چلا آرہا ہے اور بآواز بلند واشوقاہ الی العیناء المرضیۃ کا کلمہ پکار رہا ہے کہ "ہائے میرے عیناء مرضیہ کے شوق " میرے ساتھی یہ حال دیکھ کہ کہنے لگے کہ نوجوان کسی وسوسہ میں مبتلا ہو گیا ہے یا عقل کھو بیٹھا ہے۔ اتنے میں وہ قریب آگیا اور کہنے لگا اے عبدالواحد میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے عینا مرضیہ کا شوق غالب آچکا ہے۔

میں نے پوچھا میرے عزیز! یہ عیناء مرضیہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نیند میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آکر مجھے کہہ رہا ہے کہ چل تجھے عیناء مرضیہ کے پاس لے چلوں پلک جھپکنے میں وہ مجھے باغ میں لے گیا جہاں ایک نہر تھی جس کا پانی شفاف اور تازہ تازہ تھا نہر کے کنارے کچھ لڑکیاں تھیں جن کے لباس اور زیورات کی کیفیت میں بیان نہیں کر سکتا مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یہ عینا مرضیہ کا خاوند آیا ہے میں ان سے سلام لیا اور پوچھا کیا تم میں عینا مرضہ ہے؟ کہنے لگیں نہیں ہم تو اس کی خدام اور باندیاں ہیں آگے چلے جائو آگے بڑھا تو ایک نہر دودھ کی جاری تھی جس کے ذائقے میں ذرا تبدیلی نہ آئی تھی ایسے باغ میں بہہ رہی تھی۔

جس میں زیب و زینت کا پورا سامان موجود تھا وہاں پر ایسی لڑکیاں تھیں جن کے حسن و جمال کو دیکھ کر میں فریفتہ ہو گیا وہ بھی مجھے دیکھ کر کہنے لگیں کہ یہ آنے والا شخص واللہ عینا مرضیہ کا خاوند ہے۔

میں نے سلام کے بعد ان سے پوچھا کیا تم میں عینا مرضیہ ہے؟ سلام کا جواب دینے کے بعد وہ بولیں اے اللہ کے ولی ہم تو اس کی باندیاں ہیں اور خدمت گزار ہیں۔ آپ آگے چلے جائیں میں آگے بڑھا شراب کی ایک نہر جاری تھا وہاں پر ایسی لڑکیاں دیکھنے میں آئیں کہ میں پہلی سب لڑکیاں کو بھول گیا میں نے انہیں سلام کیا اور پوچھا کیا تم میں عیناء مرضیہ ہے وہ بولیں ہم تو

اس کی خدمت گزار ہیں آپ آگے چلے جائیں میں آگے بڑھا تو ایک شہد کی نہر جارہی تھی اور باغیچہ میں پیکر جن و جمال اور ایسی منور لڑکیاں تھیں کہ مجھے پچھلا سب بھول گیا انہیں بھی میں نے سلام کہا اور پوچھا کیا تم میں عینا مرضیہ ہے؟ کہنے لگیں اے اللہ کے ولی ہم تو اس کی باندیاں ہے آپ ذرا آگے جائیں میں آگے بڑھا تو ایک خول دار موتی کے خیمہ میں اپنے کو پایا۔

اس کے دروازے پر ایک لڑکی تھی جس کے لباس اور زیوارات کی جھلک حد بیان سے باہر ہے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور پکار کر کہنے لگی اے عینا مرضہ یہ تیرا خاوند آگیا ہے میں آگے بڑھا اور خیمے میں داخل ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اک سنہری تخت پر بیٹھی ہوئی ہے جو یاقوت اور موتیوں سے مرصع ہے میں دیکھتے ہی اس میں کھو گیا وہ بولی اے رحمان کے ولی مرحبا ہو ہمارے ہاں تشریف لانے کا تیرا وقت اب قریب آگیا ہے۔

میں نے اس سے معانقہ چاہا مگر وہ کہنے لگی ذرا ٹھہرو ابھی معانقہ کا وقت نہیں آیا ابھی تیری دنیوی زندگی کے کچھ سانس باقی ہیں بس آج رات تو ہمارے پاس آکر ہی ان شاء اللہ افطاری کرے گا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی عبد الواحد میرے لیے صبر کی گنجائش نہیں ہے عبد الواحد کہتے ہیں کہ ہماری گفتگو ابھی جاری ہی تھی کہ دشمن کا لشکر سامنے آگیا ہم نے ان پر حملہ کیا نوجوان بھی ہمارے ساتھ تھا میں نے دشمن کے نو ساتھی شمار کیے جو اس نوجوان نے جہنم رسید کیے اس کے بعد اس نے خود بھی جام شہادت نوش کیا میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ خون سے لت پت پڑا تھا منہ بھر کے قہقہہ لگایا اور دنیا سے رخصت ہو گیا۔

جہیز۔۔۔فوائد و نقصانات

مولانا محمد بلال جھنگوی

بعض لوگ امیر ،بعض متوسط اور غریب بھی ہوتے ہیں کسی کی اولاد نازو نعم میں بڑی ہوتی ہے تو کسی کی محنت مشقت کو جھیلتے ہوئے پروان چڑھتی ہے۔امیر ہو یا غریب اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ میری تو جیسے بھی گزر رہی ہے میری اولاد سکون اطمینان سے زندگی بسر کرے۔اپنی جان سے بڑھ کر اولاد کو خوش رکھتا ہے بعض تو اس چیز کی پرواہ نہیں کرتے کہ جو مال اولاد کو راضی کرنے میں ہم کمارہے ہیں وہ ذریعہ حلال ہے یا حرام بس بچوں کے پیٹ کی آگ بجھنی چاہیے۔

جب ماں باپ اپنی اولاد کو پال پوس کر بڑا کرتے ہیں تو پھر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی نئی زندگی شادی اچھے گھر میں ہو۔زندگی سکون سے گزرے آپس میں مودت و محبت والا معاملہ ہو۔اس میں بعض دنیا کو ترجیح دیتے ہیں تو بعض دین کو۔آجکل شادیوں میں جن امور پر گرما گرم بحثیں ہوتی ہے ان میں سر فہرست جہیز کا نام ہے۔

اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا جاتا ہے حقیقت میں یہ اس کے لیے ایک تحفہ اور اس کے ساتھ صلہ رحمی ہوتی ہے اور تحفہ یا ھدیہ آدمی اپنی بساط کے مطابق ہی دیتا ہے۔لیکن آج کل یہ تحفہ ایسی مسموم شکل اختیار کر گیا ہے کہ کئی بہنوں کے ہاتھ پیلے نہیں ہو پاتے۔ماں باپ کے دروازے پر ان کے بالوں میں چاندی اتری آتی ہے اور وہ ان کو جہیز نہیں دے سکتے

ایسا بھی بکثرت دیکھنے میں آتا ہے کہ غریب آدمی اپنی بیٹی کو جہیز دینے کے لیے اپنے سر قرض کا اتنا بوجھ اٹھالیتا ہے کہ وہ قبر کی پاتال میں پہنچ کر بھی اسے ادا نہیں کر پاتا۔ برادری میں اپنا ناک اونچا رکھنے کے لیے سود جیسی لعنت سے بھی دریغ نہیں کرتا بلکہ آج کل تو ایک رسم بد اور چل نکلی ہے کہ اگر کوئی چیز خود نہیں دے سکتے تو لڑکے والوں پر مطالبہ رکھ دیا

جاتا ہے کہ فلاں فلاں سامان تم نے دینا ہے۔ یوں دونوں طرف والے قرض لینے پر مجبور ہو جا تے ہیں اور دولہا والے بھی جہیز کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی غریب لڑکی کے والدین زیادہ نہ دے سکیں تو اس کے نئے گھر میں ساس کے طعنے اس کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں "کیا لائی تھی تو اپنے ماں باپ کے گھر سے۔" وغیرہ وغیرہ۔

یوں یہ ساس بہو کا جھگڑا بڑھتے بڑھتے سارے گھر بلکہ سارے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے اور نوبت یہاں تک کہ یہ شادی "بربادی "کا منظر پیش کرنے لگتی ہے جب معاملہ یہاں تک ہو جائے تو یہ جہیز معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔ بلکہ اگر میری بات درست ہو تو ضرور اس کی تائید کیجیے گا کیا یہ سب کچھ آج ہمارے معاشرے میں نہیں ہو رہا؟ یقیناً ہو رہا ہے اور بڑے دھوم دھڑکے سے ہو رہا ہے جہیز بیٹی سے محبت میں کم بلکہ تفاخر، نام ونمود، ریاکاری، اور برادری میں ناک کے کٹ جانے کے خوف سے زیادہ دیا جاتا ہے۔

اور جو کچھ اس جہیز میں دیا جاتا ہے اس میں اکثر ایسی اشیا کو ترجیح دی جاتی ہے جن کا عمر بھر میں چند بار ہی استعمال ہوتا ہے اور بس ہاں اگر دینا بھی ہے تو نقدی دیجیے جو کل کو آپ کی بیٹی کے کام آسکے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی بہت مالدار تھا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور جہیز میں ایک پالکی، قالین اور ایک قرآن پاک دیا اس کے سوا کچھ نہ دیا نہ برتن نہ دوسرا سامان بلکہ اس کی بجائے ایک لاکھ روپے کی جائیداد بیٹی کے نام کروادی اور بیٹی کو کہا "میں نے سوچا تھا کہ تیری شادی دھوم دھام سے کروں گا اور اس میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی نیت کی تھی لیکن پھر خیال آیا کہ لوگ آئیں گے اور کھا کر چلے جائیں گے اور باقی تفاخر میں اڑ جائے گا اس سے آپ کو فائدہ نہیں ہو گا اور میں نے کیونکہ ایک لاکھ کی نیت بھی کر لی تھی تو اس کی صورت میں نے یہ تجویز کی کہ جائیداد بھی آپ کی ہو جائے گی اور نفع بھی آپ کو ہوتا رہے گا۔" (اصلاح النساء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے" ان اعظم النکاح برکۃ ایسر مونۃ" وہ نکاح بہت بابرکت ہے کہ جس کا بوجھ کم سے کم پڑے۔

(شعب الایمان بیہقی)

اگر ہم اس حدیث پر عمل کریں گے تو اللہ تعالی کی طرف سے ہماری شادیوں اور ہمارے گھرانوں میں بڑی برکت ہو گی آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ نکاح اور شادی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدایات سے انحراف کر کے ہم آسمانی برکات سے اور خداوندی عنایات سے محروم ہیں۔

آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا کی شادی اور سامان کو دیکھ لیں تو ہر صاحب بصیرت پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں شادی کرنا کتنا آسان ہے حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو جو سامان دیا تھا وہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں

"جھز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فی خمیل وقربۃ ووسادۃ خشوھا اذخر"

ایک پہلو دار چادر تھی ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

(سنن النسائی)

اس کی تشریح میں مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے ملک کے اکثر اہل علم اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے اور بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں اپنی صاحبزادی کو جہیز کے طور پر دیں تھیں لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح کے موقع پر کچھ دینے کا رواج ہی نہیں تھا بلکہ تصور بھی نہیں تھا اور جہیز کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا تھا اس زمانے کی شادیوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا حضرت فاطمہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں حدیث کے

لفظ 'جھز' کا معنی اصطلاحی جہیز دینے کا نہیں بلکہ ضروریات کا انتظام اور بندوبست کرنے کے ہیں آخر میں فرماتے ہیں کہ بہر حال یہ اصطلاحی جہیز نہیں تھا۔

(معارف الحدیث)

جو لوگ جہیز کے نہ ہونے پر بیچاری عورت کے ناک میں دم کئے رکھتے ہیں ان کو اس حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ ان کے ماں باپ سے جو کچھ ہو سکا انہوں نے دے دیا اب گھر کا سرپرست اور مالک تو آپ ہیں اپنے گھر کو سنوارنا آپ کے ذمہ ہے۔

مروجہ جہیز کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے ہماری اس سمجھ نے کئی ماں باپ کے خواب ادھورے کر دیے ہیں ہمیں اس بڑھتے ہوئے ناسور کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ غریب ماں باپ کے خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو سکیں اور وہ بھی اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھ سکیں۔

اس کے لیے سب سے بہتر کردار دولہا والے ہی ادا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ مروجہ جہیز کا فضول مطالبہ نہ کریں۔ اللہ تعالی ہم سب کو سنت طیبہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اذان کا احترام

ملکہ زبیدہ جب فوت ہوئی تو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو ملکہ نے جواب دیا کہ مجھے میرے اللہ نے بخش دیا تو کہنے والے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشنا ہی تھا کیونکہ آپ نے تو بہت بڑے بڑے دینی کام کیے ہیں ملکہ نے جواب دیا کہ پتہ نہیں میرا کوئی اور عمل اللہ کے ہاں قبول ہوا یا نہیں میرا ایک عمل اتنا پسند آیا کہ اس وجہ سے میری مغفرت فرمادی اور وہ عمل یہ تھا کہ جب اذان میرے کانوں میں سنائی دیتی اگر میرا دوپٹہ سر سے اترا ہوتا تو میں فوراً سر ڈھانپ لیتی اس کی برکت سے میرے اللہ نے میری مغفرت فرمادی۔

منزہ بشیر

ایسا فون مت سنیے گا

راحیلہ ہمدانی

ٹرن ٹرن ٹرن۔۔میرا موبائل فون بجے جارہا ہے۔اس کی وجہ میرا اتنا بیمار ہونا نہیں ہے کہ میں فون تک نہ اٹھا سکوں۔اس کی وجہ -----لیکن ٹھہریں پہلے میں اس ساری بات کی تفصیلات بتاتی ہوں۔

ابھی دس دن پہلے صبح نو بجے کے قریب فون آیا کہ میں ٹیلی نار کے آفس سے بول رہا ہوں۔اتنے میں مشعل نے آکر اپنے ایک سنگین مسئلے سے آگاہ کیا کہ وہ لان میں جانا چاہتی ہیں۔ میں نے اقرار میں سر ہلایا کہ وہ جاسکتی ہیں۔لیکن گرل بند ہے ماما، ساتھ میں ایک چوں چوں۔ میں نے اشارے سے کہا کہ رابعہ سے کہو کھول دے گی۔ ادھر ٹیلی نار والے صاحب نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا کہ آپ ذرا بچوں کو ادھر کر دیں آپ کو ایک اہم بات بتانی ہے۔ خیر اتنی دیر میں گرل کھلی اور وہ روانہ ہوئیں۔

حالات ایسے ہوئے کہ اہم امور پہ بات کی جاسکے۔سو، میں نے ان موصوف سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ میں اسلام آباد سے ٹیلی نار کے ہیڈ کوارٹر سے بات کر رہا ہوں جی۔ آپ کا سم نمبر ہمارے پاس موجود تھا جی اور ہم نے ایک قرعہ اندازی کی تھی، جی، جس میں آپ کے نمبر کو پہلا انعام ملا ہے جی۔یہ دس لاکھ کا انعام ہے، ہیں جی۔مجھے اس کی آواز اور انداز گفتگو سے احساس ہوا کہ کوئی خاصہ کم پڑھا لکھا شخص ہے۔ کسی کمیونیکشن محکمے کا شخص ایسے غیر پیشہ ورانہ انداز میں بات نہیں کریگا جی۔یہ تو کوئی فراڈ ہے، ہیں جی۔

میں نے بات ٹالنے کے لئے کہا 'اچھا تو اب مجھے کیا کرنا ہو گا'۔جواب ملا۔ آپ کو جی، اب میں جیسے ہی نمبر آپ کا بند کروں گا جی، تو یہ کرنا ہو گا کے کہ اپنی سم نکال کر اس کا نمبر دیکھیں، ہیں جی۔ پھر انہوں نے مجھے ایک نمبر لکھوایا کہ یہ آپ کا نمبر ہو گا۔ آپ کے پاس ہمارا

کنٹیکٹ نمبر تو آگیا ہو گا جی، اسی نمبر پہ پندرہ منٹ کے اندر فون کر کے سم نمبر کے صحیح ہونے کی اطلاع دیں، ہیں جی۔ انعام حاصل کرنے کا طریقہ آپ کو بتادیا جائے گا جی۔ یاد رکھیں پندرہ منٹ کے اندر فون کرنا ہے ورنہ پھر آپ کو مشکل ہو گی، جی۔

مشکل ہو گی میری بلا سے، میں نے ان کے احکامات پہ عمل کرنا وقت کا زیاں سمجھا۔ اور سمجھا کہ ایک چپ ہزار بلا ٹالتی ہے۔ اب دس دن بعد آج پھر ایک فون آیا۔ او جی میں ٹیلی نار کے آفس سے بات کر رہا ہوں، جی۔ اچھا اور میرا کوئی انعام نکل آیا ہے، میں نے ایک کامیاب اندازہ لگایا۔ جی، آپ کا پانچ لاکھ کا انعام نکل آیا ہے، جی۔ اچھا تو، مجھے نہیں لینا یہ انعام اپنے پاس رکھیں۔ ان کے ارمانوں پہ لٹرز کے حساب سے اوس ڈالتے ہوئے، میں نے بھنا کر لائن کاٹ دی۔ بیس سیکنڈ بعد پھر موبائل فون بجا۔

میں نے سوچا اب اس دفعہ کچھ تفصیلات لے لیتی ہوں شاید اس طرح جان چھٹ جائے۔ لیکن اب یہ کوئی اور صاحب تھے، البتہ نمبر وہی تھا۔ انہوں نے نہایت دلبرانہ انداز میں کہا۔ کیہ حال ایہہ۔، کیا کر رہے ہو آپ۔ آپ کو کس سے بات کرنی ہے یہ بتایئے۔ جی آپ ہی سے بات کرنی ہے، پوچھنا تھا ایسی کیا مصروفیت ہے، جناب۔ اب کیا کہوں الو کے۔۔۔۔ تجھے اٹھ کھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں۔ لیکن نہیں الو کے۔۔۔۔ کہنا تو غیر مہذب ہونے کی علامت ہے۔ میں اپنے مہذب ہونے کا ثبوت دیتی ہوں اور خاموشی سے لائن کاٹ دیتی ہوں۔ یہ فون اب بھی بج رہا ہے۔ ٹرن ٹرن۔ اس کی وجہ تو آپ جان چکے ہوں گے۔

اے غافل مسلمان تو ہوش میں آ کچھ دل میں بھی ہے خوف خدا کا
لے جائیں گے تجھ کو دفنانے اس وقت کا عالم کیا ہو گا
کچھ موت کا غم بھی ہے کہ نہیں کچھ خوف خدا کا ہے کہ نہیں
جب اپنی قبر میں پہنچے گا اس وقت کا عالم کیا ہو گا
عائشہ انسام، سرگودھا

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں

حافظ حنظلہ صدیقی

یوں تو اس کائنات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالی نے کسی حکمت اور مصلحت کے بغیر پیدا کی ہو اس میں ہر چیز اللہ تعالی نے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت پیدا فرمائی ہے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی عمل اور فائدہ ضرور ہے حتی کہ وہ مخلوقات جو بظاہر موذی اور تکلیف دہ معلوم ہوتی ہیں مثلا سانپ اور بچھو ہیں۔ ان کو ہم اس لئے برا سمجھتے ہیں بعض اوقات یہ ہمیں نقصان پہچاتے ہیں لیکن کائنات کے مجموعی انتظام کے لحاظ سے ان میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ضرور ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ایک دن اپنے دربار میں بڑے شان و شوکت سے بیٹھا ہوا تھا ایک مکھی آکر اس کی ناک پر بیٹھ گئی۔ اس بادشاہ نے اس کو اڑایا وہ پھر آکر بیٹھ گئی اس نے دوبارہ اڑیا وہ پھر آکر بیٹھ گئی بادشاہ نے اس وقت کہا کہ یہ مکھی اللہ نے کیوں پیدا کی؟ اس کا کوئی فائدہ تو نظر نہیں آتا۔ اس وقت دربار میں ایک بزرگ موجود تھے ان بزرگ نے اس بادشاہ سے کہا اس مکھی کو اللہ تعالی نے تم جیسے جابر اور متکبر انسانوں کے دماغ درست کرنے لیے لیے پیدا کیا ہے تم اپنی ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتے لیکن اللہ نے دیکھا دیا کہ تم کتنے عاجز ہو کہ ایک مکھی تمہیں ستانا چاہے تو تمہارے اندر اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس کی تکلیف سے بچالو۔

امام رازی نے سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت الحمد للہ رب العلمین کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ایک بزرگ بغداد میں رہتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں شام کو سیر کرنے کے لیے دریا دجلہ کی طرف چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ میرے آگے ایک بچھو چلا جارہا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ اس بچھو کو بھی اللہ تعالی نے کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت کے تحت ہی پیدا کیا ہے۔ آج میں اس بچھو کا تعاقب کرتا ہوں کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بچھو آگے

آگے چلتا رہا اور چلتے چلتے دریا کے کنارے پر جا کر رک گیا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دریا میں ایک کچھوا تیرتا ہوا آرہا ہے وہ کچھوا آکر کنارے سے لگ گیا اور بچھو چھلانگ لگا کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا پھر کچھوا روانہ ہو گیا میں نے بھی کشتی کرایہ پر لی اور اس کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کچھوے نے دریا پار کیا اور اسی طرح دوسرے کنارے لگ گیا اور بچھو چھلانگ لگا کر نیچے اتر گیا۔ اب بچھو آگے چلا اور میں نے اس کا پھر تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ آگے میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک درخت کے نیچے سو رہا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ بچھو اس آدمی کو کاٹنے جا رہا ہے میں نے سوچا کہ میں جلدی سے اس آدمی کو بیدار کر دوں، لیکن جب میں اس آدمی کے قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک زہریلا سانپ اپنا منہ کھولے اس آدمی کے سر کے پاس کھڑا ہے اور قریب ہے کہ وہ سانپ اس کو ڈس لے۔ اتنے میں بچھو تیزی کے ساتھ سانپ کے اوپر سوار ہو گیا اور اسی کو ایسا ڈنگ مارا کہ وہ سانپ بل کھا کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اچانک اس وقت اس سونے والے شخص کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ قریب سے ایک بچھو جا رہا ہے۔ اس نے فوراً ایک پتھر اٹھا کر اس بچھو کو مارنے لگا، میں قریب ہی کھڑا ہوا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا اس لیے میں نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے کہا کہ تم جس بچھو کو مارنے جا رہے ہو یہ تمہارا محسن ہے اور اس نے تمہاری جان بچائی ہے حقیقت میں یہ سانپ جو یہاں مرا پڑا ہے تم پر حملہ کرنے والا تھا اور قریب تھا کہ ڈنگ مار کر تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت دور سے اس بچھو کو تمہاری جان بچانے کے لیے بھیجا ہے اور اب تم اس بچھو کو مارنے کی کوشش کر رہے ہو۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روز اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا یہ کرشمہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بچھو کو دریا کے دوسرے کنارے سے اس شخص کی جان بچانے کے لیے یہاں لائے بہر حال دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی تکوینی حکمت اور مصلحت نہ ہو۔

مولوی کا کیا گناہ ہے؟

رانا رضوان، فاروق آباد

جب کبھی کسی سے بات ہوتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ جی یہ مولوی؛ ملکی ترقی میں رکاوٹ ہیں، انہیں کی وجہ سے معاشرے میں فساد ہے، یہ لوگ بہت پرانی باتیں کرتے ہیں، دقیانوسیت اور قدامت پسندی کے پرخاش انہیں ہی حصے میں آتی ہے، لوگوں کی آتشیں زبانیں ان بیچارے مولویوں پر چلتی ہیں بلکہ خوب چلتی ہیں اسی طرح ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے ساتھ بھی ہوا، فرماتے ہیں۔" کافی پرانی بات ہے۔ پاکستان بنے ابھی تیرہ چودہ سال ہوئے تھے۔ ایک بڑا موٹا ڈی سی ہوتا تھا۔ اس نے ایک اسکول میں معززین شہر کو جمع کیا اور مولویوں کو بھی بلایا۔ مجھے بھی دعوت ملی، میں بھی گیا۔ اس نے تقریر کی اور معاشرے کی خرابی کی ذمہ داری ساری مولویوں پر ڈال دی کہ یہ لوگ اصلاح نہیں کرتے۔ میں نے اٹھ کر کہا کہ ڈی سی صاحب! آپ ہمارے ضلع کے بڑے افسر ہو اور اس وقت ہمارے مہمان ہو، ہم آپ کی قدر کرتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ یہ سینما گھر مولویوں نے بنوائے ہیں یا حکومت نے؟ یہ مینا بازار اور جمعہ بازار مولوی لگواتے ہیں یا تم؟ یہ مخلوط تعلیم مولویوں نے شروع کی ہے یا تم نے؟ یہ کلب مولویوں نے کھلوائے ہیں یا تم نے؟ مجھے ایک ساتھی نے کہا، ڈی سی ہے۔ میں نے کہا، جب اس نے بات کی ہے تو مجھے بھی کرنے دو ۔ سارا نزلہ مولوی پر گرتا ہے۔ مولوی کے پاس زبان کے سوا اور ہے کیا؟ طاقت تمہارے پاس، حکومت تمہارے پاس، اور ڈنڈا تمہارے پاس، اختیارات تمہارے پاس، یہ سارے بدمعاشی کے اڈے تم نے قائم کیے ہیں۔ اخبارات میں غلط قسم کی خبریں چھپتی ہیں جن کو پڑھ کر نوجوان طبقہ ڈاکو بنتا ہے، وہ اخبارات تمہارے کنٹرول میں ہیں۔ آج اکثریت ڈاکوؤں کی کالجیٹ ہے۔ حکومت ان کو ملازمت نہیں دیتی، انکی مدد نہیں کرتی، وہ یہی کام کرتے ہیں۔ جاہل اور ان پڑھ ڈاکو بہت کم ہیں۔ تم مولویوں کو کوستے ہو اس میں مولوی کا کیا گناہ ہے؟" (ذخیرۃ الجنان جلد 5 صفحہ 49)

اسپیشل گجریلا

اہلیہ عابد جمشید رانا

اشیاء:

گاجر	1000 گرام
دودھ	دو لیٹر
چاول	60 گرام
چینی	حسب ذائقہ
گھی	125 گرام
الائچی سبز	آٹھ یا دس عدد
کیوڑہ	60 ملی لیٹر
چاندی کے ورق	حسب ضرورت
بادام	60 گرام

ترکیب:

گاجروں کو چھیل کر ان میں سے گٹھلی نکال دیں اور کدو کش کر لیں۔ دودھ کو ایک پتیلی میں چڑھائیں اور ایک جوش آنے پر اس میں گاجر اور پہلے سے بھیگے ہوئے چاول ایک ساتھ ڈال دیں اور آنچ ہلکی کر دیں۔ کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد دیکھیں کہ گاجر گل گئی ہے اور دودھ خشک ہو کر اندازے کے مطابق رہ گیا ہے ہے تو اس میں چینی اور گھی ایک ساتھ شامل کریں اور چمچے سے خوب حل کریں تاکہ کھیر کی شکل ہو جائے، اب اس میں الائچی پیس کر اور کیوڑہ ڈال دیں اور نیچے اتار لیں اور ڈش میں نکال لیں۔ مٹی کے برتنوں یا پلیٹوں میں ڈال دیں۔ آپ کو پسند ہو تو اوپر بادام کاٹ کر ڈال دیں اور ورق لگا کر پیش کریں۔

گوشہ ظرافت

دو بیوقوف آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ایک بیوقوف دوسرے سے یار میں لائٹ چلاتا ہوں تم آسمان پہ چڑھو۔

دوسرا بیوقوف پہلے سے کیا تو نے مجھے اتنا بیوقوف سمجھا ہوا ہے

کہ میں آدھے راستے پہ چلا جائوں اور تم لائٹ بند کر دو۔

ربیعہ امل، رضیہ اللہ یار سرگودھا

❀❀❀

واپڈا کے سربراہ نے ایک آدمی سے ٹیلی ویژن کا بل مانگا۔

اس نے کہا کہ میں آدھا بل دوں گا۔

واپڈا کا سربراہ: کیوں؟

آدمی نے کہاں اس لیے کہ میں ایک آنکھ سے کانا ہوں۔

ربیعہ امل، رضیہ اللہ یار، سرگودھا

❀❀❀

ایک آدمی دور سے لنگڑاتا ہوا آرہا تھا کہ ایک دوست نے کہا

میرے خیال میں اس کے ٹخنے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

دوسرا کہنے لگا- نہیں! اس کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے

جب وہ آدمی قریب آیا تو انہوں نے پوچھا تو اس نے کہا

"میری کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی- چپل ٹوٹ گئی ہے۔

رانا فراز، ساہیوال

❀❀❀

ایک شخص بازار سے چولہا خریدنے گیا تو دکاندار نے اسے ایک چولہا دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ چولہا تمہارا آدھا ایندھن بچائے گا۔ تو جناب مجھے دو چولہے دے دیں تاکہ سارا ایندھن بچ جائے۔

شازیہ مشتاق، کوئٹہ

❀❀❀

ماں نے بیٹے سے پوچھا: تم رو کیوں رہے ہو؟

بیٹے نے جواب دیا: آج ماسٹر صاحب نے مجھے کلاس سے باہر نکال دیا تھا۔

ماں نے کہا: تم نے ضرور کوئی شرارت کی ہو گی۔

بیٹے نے کہا: قسم لے لو اماں جان! میں تو سویا ہوا تھا۔

افق رزاق، حافظ آباد

❀❀❀

ایک دھوکے باز شخص نے یہ مشہور کر دیا کہ جو شخص اسے ایک ہزار روپے دے گا وہ اسے جنت کا ٹکٹ دے گا۔ جواب میں لوگوں نے اس کے پاس بے تحاشا پیسے بھیجے۔ ایک دن وہ اپنے کمرے میں دولت کا حساب کر رہا تھا کہ کھڑکی سے ایک شخص داخل ہوا اور ریوالور نکال کر بولا، خبردار ساری دولت میرے حوالے کر دو ورنہ.... اگر تم نے مجھے لوٹا تو سیدھا جہنم میں جاؤ گے۔ دھوکے باز نے کہا۔ ناممکن! وہ شخص مسکرا کر بولا۔ میں نے پہلے ہی تم سے جنت کا ٹکٹ خرید رکھا ہے۔

❀❀❀

دوکاندار: سردار جی اس کے ساتھ کوئی گفٹ نہیں بحث مت کریں۔

سردار جی: اوئے ناں پاجی! ایدے اُتے لکھیا اے 'کولسٹرول فری۔

سلطانہ خاور

انا للہ وانا الیہ راجعون

- مفتی عبدالرشید مدرس مفتاح العلوم سرگودھا کے والد محترم جناب دوست محمد صاحب انتقال کر گئے ہیں۔
- قاری سعید احمد آف ڈی۔جی۔خان انتقال کر گئے ہیں۔
- رانا سعید احمد آف لاہور طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں۔
- محمد رفیق خادم جامعہ عمر بن خطاب، ملتان انتقال فرما گئے ہیں۔
- حاجی محمد صفدر آف لاہور کی والدہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔
- احناف ٹرسٹ کے ذمہ دار مولانا خالد زبیر کے خالو جان اکبر علی آف مرید والا ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ انتقال کر گئے ہیں۔
- انجمن تاجران ضلع سرگودھا کے رہنما میاں عبد الخالق کے جواں سال بیٹے حاجی عبدالمالک حج کے سفر سے واپس آتے ہی برین ہیمرج کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

نوٹ

قارئین کرام اپنے فوت شدگان کی اطلاع بذریعہ sMs کر دیا کریں تاکہ ایصال ثواب کی اپیل میں ان کا نام شامل ہو سکے۔

رابطہ کے لیے 03324576084